

پیشہ

عمران سیریز کا خاص نمبر ”پاگلوں کی انجمن“ ملاحظہ ہو!
اپنے انداز کا منفرد ناول ہے..... لیکن قبیل اس کے کہ میں اس
ناول کے متعلق کچھ عرض کروں، پچھلے ناول کے پیشہ سے متعلق
کچھ گفتگو ہو جائے! بے شمار خطوط میں مجھ سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ
میں جو کچھ بھی لکھوں کھل کر لکھوں، پات مختلف قسم کے
”ازموں“ سے متعلق تھی۔

اس سلسلے میں پہلے بھی کھل کر بہت لکھ چکا ہوں۔ بیانگ ذہل
کہہ چکا ہوں کہ معاشرے میں اللہ کی ڈلٹیٹر شب چاہتا ہوں۔
لیکن سوال تو یہ ہے کہ ڈلٹیٹر شب کیونکر قائم ہو۔ میں نے
اکثر یہ سوال زبانی بھی دہر لیا ہے۔ اور جس قسم کے جوابات سے
دوچار ہوا ہوں ان کا تجزیہ کرنے پر حسب ذیل نتائج حاصل کئے!
☆ بعض لوگ ڈلٹیٹریاں رکھنے پر تیار نہیں۔
☆ بعض خواتین دوبارہ پردہ کرنے پر تیار نہیں۔

☆ جو عیش جس کو نصیب ہو گیا ہے وہ اُسے ترک کرنے پر تیار
نہیں۔ خواہ وہ ناجائز رائج ہی سے کیوں نہ نصیب ہوا ہو۔
☆ بعض نوجوان افراد اپنی پوشش تبدیل کرنے پر رضامند نہیں۔
☆ بعض لوگ ”محرم“ اور ”نامحرم“ کے چکد سے نکل جانے کے

پاگلوں کی انجمن

(مکمل ناول)

بعد دوبارہ اس میں پڑنے کے لئے تیار نہیں۔

یا وہ! کیا رکھا ہے ان باتوں میں۔ تمہارا ظاہر کچھ بھی ہو۔ لیکن دل مسلمان ہونا چاہئے کچھ نیکیاں سچے دل سے اپنا کر دیکھو! آہستہ آہستہ تم خود ہی کسی جبرا کراہ کے بغیر اپنا ظاہر بھی اللہ کے احکامات کے مطابق بناؤ گے!

بس پھر جیسے ہی تم انفرادی طور پر اللہ کے احکامات کے آگے بھکھی یہ سمجھ لو کہ ایک ایسا یونٹ بن گیا جس پر اللہ کی ڈکٹیٹر شپ قائم ہے..... انفرادی طور پر اپنی حالت سدھارتے جاؤ، پھر دیکھو کتنی جلدی ایک ایسا معاشرہ بن جاتا ہے جس پر اللہ کی حاکیت ہو۔

قرآن کو پڑھو، اس پر عمل کرو..... اسے علم الکلام کا اکھاڑا نہ بناؤ۔

جن طبقہ کے تم شاکی ہو اس کی اصلاح کی سوچو۔ ظلم و تشدد کا تصور تک ذہن میں نہ لاو۔ ہمیشہ یاد رکھو، تم اس کے غلام ہو۔ جس کی مظلومیت انقلاب لائی تھی (یاد کرو طائف کا وہ واقعہ جب میرے آقاو مولا کی جو تیاں تک لہو لہان ہو گئی تھیں)۔

اس سے زیادہ اس سلسلہ میں اور کچھ نہیں کہنا چاہتا.....

ابن صوفی

۱۹۷۰ء

ایساں ایک دن استاد محبوب نے اے عالم کو اعلان کیا کہ یہ سیاسی بیداری کا زمانہ ہے! لیکن اتفاق سے یہ ان کی بیداری کا زمانہ نہیں تھا۔ انہوں نے ان دونوں جیو توش اور تعویذ گندے کی "اڑھٹ" کر کی تھی۔ ان کا یہ "کار خانہ" ایک چلتی ہوئی سڑک کے کنارے ایک تخت پر واقع تھا۔ اگر کوئی پیچتا کہ جھانی اس دھنے سے کیوں نکلے تو بڑی عقل مندی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے.... "چیخ" رہا ایک نسل سے ایک قلندر بابا عمران شاہ ہیں۔ ان کی نظر عجایب ہو گئی ہے۔ میں بھی اسی نسل سے ہوں۔ لیکن میرا سلسلہ ڈفال خاں سے ملتا ہے جو چیخ خان کے دادا لاجھائی تھے۔

پھر یک بیک نہ کر فرماتے "نہیں... وہ ڈفالی اور ہوتے ہیں آپ وہ سمجھئے گا... ڈفال خاں دوسرے تھے!"

اگر اس وقت کوئی ان کا قریبی شناس موجود ہوتا تو استفسار کرنے والے کے رخصت ہو جانے پر اس سے راز دارانہ انداز میں کہتے۔ "جھانی کیا بتاؤ یہ بُنس کا معاملہ ہے، ورنہ میں تو دراصل نادر شاہ درانی کے سلسلے سے تعلق رکھتا ہوں!"

ان کا یہ بُنس خاصا چل نکلا تھا.... لیکن سیاسی بیداری کی اطلاع نے انہیں پس و پیش میں ڈال دیا.... بیلا اب کس منہ سے کہتے کہ کیریز بدلا چاہتے ہیں۔ عمران نے انہیں "رذحانیات" اور پامسٹری کا ماہر بنانے کے سلسلے میں خاصی محنت کی تھی اور محنت بھی ایسی دلی نہیں بلکہ استاد اکثر الجھ بھی پڑتے اور انہیں مطمئن کرنے کے لئے عمران کو عرض کرنا پڑتا۔ استاد کہتے تو اب میں سر کے بل کھڑا ہو کر سمجھانے کی کوشش کروں.... یہ کیرا انگریزی طریقے سے دل ہی کی لکیر ہے۔ ہندو جیو توش اسے زندگی کی لکیر کہتا ہے۔ لیکن انگریزوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کا سب کچھ غلط کر دیا تھا۔ صرف لوٹی دار اور بغیر لوٹی کے لوٹے کو غلط نہ

”تو جلدی سے بناڑائے گوا۔!“
 ”صاحب ایک دم سے تو بن نہیں جاتا۔۔۔ کچھ لوگوں پر پیسے باقی ہیں۔۔۔ وہ ادا کریں تو کام
 لے۔۔۔ ابھی کچھ چیزیں نہیں خرید سکتا۔ جو اس گولے کے لئے ضروری ہیں۔!“

”آخر کتنے کی ہیں وہ چیزیں۔!....!“

”گیارہ روپے گیارہ پیسے کی۔!“

”یہ لجھے۔!۔۔ وہ اپنے پس کھولتی ہوئی بوٹی۔ یہ رہے بارہ روپے۔!“

”جی۔!۔۔!“ استاد نے انہیں قہر آلوں نظرؤں سے گھورا۔

”بارہ روپے۔!....!“

”کیا آپ مجھے چار سو میں سمجھتی ہیں۔!“

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔!۔۔!“ خاتون سر اسمہ نظر آنے لگی۔

”میں نے عرض کیا تھا۔۔۔ گیارہ روپے گیارہ پیسے۔۔۔ بارہ وال پیسے میرے لئے حرام
 ہے۔ خشر کے دن مرشد کو صورت نہ کھاسکوں گا۔!“

”میرے پاس ریزگاری نہیں ہے۔“

”جب ہو جائے تب آئیے گا۔!“ استاد نے لاپرواں سے کہا اور ٹریک کے ہجوم کی طرف
 متوجہ ہو گئے۔

”وہ بیچاری ایسی چور چور سی کھڑی تھیں جیسے غلطی کا اذالۃ ہو سکے گا۔ پھر جلدی سے سنبھلیں
 اور قریب کی ایک دوکان میں گھس گئیں۔!

اچاک کی نے پشت سے استاد کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور وہ بے ساختہ اچھل پڑے۔

”بہت اچھے۔۔۔ شاگردی کا حق او اکر رہے ہو۔!۔۔!“ پشت سے آواز آئی۔ اتنی دیر میں استاد
 یوکھلا کر تخت پر کھڑے ہو چکے تھے۔

”ارے باپ رے۔۔۔ عمران صاحب۔!....!“

”بیٹھ جاؤ۔۔۔ بیٹھ جاؤ۔!“ عمران نے آہتہ سے کہا۔ وہ ریزگاری لے کر واپس آرہی ہوں گی۔!

”اُدھر کیسے۔۔۔ حضور والا۔!“

”بُس چلا آیا۔۔۔ ت دونوں سے تمہارا دیدار نہیں ہوا تھا۔!۔۔!“ عمران نے کہا اور دوسرا

کر سکے کیونکہ ہندو اور مسلمان صرف اسی ایک بات پر تفہیق تھے کہ چاہے جان چلی جائے ہم
 کافہ ہر گز استعمال نہیں کریں گے۔!

بہر حال استاد کو اس کا اعتراف تھا کہ انہیں ”چاجور گرم“ اور شاعری سے نجات دلانے والا
 عمران ہی تھا، لہذا بہر وہ اسے مزید بور کرنا نہیں چاہتے تھے۔

لیکن سیاہی بیداری کی اطاعت بھی تو ایسی چیز نہیں تھی جسے نظر انداز کیا جاسکتا۔
 اور پھر وہ کوئی ایسی ولی کی بیداری تو تھی نہیں کہ استاد کے کان پر جوں نہ ریگتی۔۔۔ پتہ نہیں

تھی سیاہی پارٹیاں عالم وجود میں آگئی تھیں اور استاد بیٹھے ہاتھ مل رہے تھے۔

چچھ باتھ مل رہے تھے۔

”ہاتھ دیکھ لجھے شاہ صاحب۔!۔۔!“ اس نے اپنا داہنہ باتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اس وقت نہیں دیکھ سکتا۔!۔۔!“ استاد غرائے۔

”کیوں جناب۔!۔۔!“

”میں اپنے ہاتھ مل رہا ہوں۔!“

”آخر کوں جناب۔!۔۔!“

”اپنے ہاتھوں سے جیوش دیبا کی لکیر مثارہ ہوں۔!“

”اس نے کیا قصور کیا ہے جناب۔!۔۔!“

”بس چلے جائے۔!۔۔!“ اس ٹیم ہم صرف عورتوں کے ہاتھ دیکھتے ہیں۔!

کاہک نے غالباً پتوں میں انہیں ایک گندی سی گالی دی اور چلا گیا۔

پھر اس کے بعد چچھ ایک سمر خاتون استاد کے رو حانی کارخانے کے قریب آر کی تھی۔

”آپ ہمارے بیٹگے پر تشریف نہیں لائے شاہ صاحب۔!۔۔!“ انہوں نے کہا۔

”جی۔۔۔ میں گولا بنا رہا ہوں۔۔۔ بن جائے گاتب آؤں گا۔!“

”کیسا گوا۔!“

”خاندانی گولا۔۔۔ آپ نے ہمارے بزرگ ڈفال شاہ کا نام سنा ہو گا۔! جتنا تی گولا بیٹا کرنے

تھے۔۔۔ بعض جن گوئے ہوتے ہیں اپنام نہیں تاکتے گولا بیٹا دیتا ہے۔۔۔ آپ کی صاحب زادہ

پر جو جن ہے گونگاہی ہے۔!

طرف مڑ گیا۔ استاد کچھ کہنے ہی والے تھے کہ ان خاتون پر نظر پڑی جو دوکان سے برآمد ہو کر پھر انہیں کی طرف آ رہی تھیں۔

انہوں نے بلع گیارہ روپے اور گیارہ پیسے گن کر استاد کے ہاتھ پر رکھ دیئے اور استاد کڑک کربولے۔ ”اللہ بہتر کرے گا.... جعرا ت کو گوا لے کر آؤں گا!“ خاتون چلی گئیں۔

”اب تو ادھر دیکھئے جناب عالی....!“ استاد عمران کو مخاطب کر کے چکے۔

عمران ان کی طرف مڑ کر سکرایا اور تخت کے ایک گوشے پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ”اللہ عقل دے تو تمہاری بھیسی!“

”ارے سب آپ کی جو یوں کا طفیل ہے۔!“ استاد نے دانتوں کی نماش کی۔

”میں تو اس وقت دنگ رہ گیا.... لیکن استاد ہے یہ چار سو بیس کا دنگ!“

”یہ نہ کہئے حضور....! بڑے بڑے میرا الہامانتے ہیں۔!“

”گولامانتے ہوں گے۔!“

”گیارہ روپے گیارہ پیسے والا....!“ استاد نے قہقهہ لگایا۔

”خیر.... خیر....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میں تمہارے لئے بہت متفکر ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ تمہیں کہیں سے بڑی آمدی ہو جائے۔!“

”ضرور سوچنے.... ضرور سوچنے۔!“ استاد جھومنتے ہوئے بولے۔ ”آپ تو بعض اوقات مجھے ولی اللہ معلوم ہونے لگتے ہو۔!“

عمران کچھ کچھ متفکر سامنظر آ رہا تھا۔ اچانک اسکے چہرے پر مسرت کی لہرسی نظر آئیں اور

اس نے استاد کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ ”سنو... اکثر لوگ تمہارے آئندیا جزیں کرتے ہیں۔!“

”جی بس کیا بتاؤں....!“ استاد سخنہنڈی سانس لے کر بولے۔ ”نہ صرف وہ لوگ جو زندہ ہیں.... بلکہ وہ بھی جو مر گئے۔!“

”وہ کیسے استاد....!“

”خواب میں آکر.... مومن غالب عام طور پر اس قسم کی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ میرا

شعر تھا۔

بے غیرت ناہید کی ہرتان ہے زمک

شعلہ سا لپ لپ جمپک

اب آپ دیکھئے ٹیلی و پین و الوں سے معلوم ہوا کہ یہ غالب صاحب کا ہے۔!
”مومن کا ہے استاد....!“

اس غیرت ناہید کی ہرثان ہے دیپک

شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو“

”اب بھی دیکھ لجھے....! میں نے بے غیرت ناہید کہا ہے.... اور وہ فرماتے ہیں اس غیرت
ناہید....! ہوئی ناوہی خواب کی چوری والی بات۔!“

”صبر کرو....!“ عمران ان کا شانہ تھپک کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور استاد میکائی طور پر
آبدیدہ ہو گئے۔

چند لمحے خاموشی رہی.... پھر عمران بولا۔ ”تمہیں یاد ہو گا کہ تم نے تین سال ہوئے کہا تھا
کہ تم ”پاگلوں کی انجمن“ بنانے والے ہو۔!“

استاد سوچ میں پڑ گئے....! پھر سر ہلا کر بولے۔ ”ہاں کہا تو تھا شاکد۔!“

”اب اس طرح کہہ رہے ہو جیسے یقین نہ ہو.... میں نے تو فوراً ہی وہ انجمن تمہارے نام سے
رجسٹر ڈکر ادی تھی... یہ دیکھو... یہ رہے کاغذات..!“ عمران نے اپنا چرمی میگ کھولنے ہوئے کہا۔

”واقعی رجسٹر کرالیا تھا....؟“ استاد نے قہقهہ لگایا۔

”اور نہیں تو کیا میں جھوٹا ہوں۔!“

”ارے تو بہ تو بہ....!“ استاد دونوں ہاتھوں سے منہ پیٹھتے ہوئے بولے۔ ”لات ہے مجھ پر اگر
آپ کی شان میں گستاخی کروں۔!“

”ہاں تو کہنا یہ ہے کہ ایک آدمی نے تمہاری اس انجمن کا نام بھی چرا لیا۔!“

”تم اس کے خلاف قانونی کارروائی کرو۔!“

”ایکی بات....!“ استاد اکڑوں بیٹھ کر عمران کو گھوڑتے ہوئے بولے۔

”ایکی بات کہ جتنا چاہو اس سے لے مرو....!“

”بس دس ہزار... زیادہ نہیں.... اس کے بعد میں پھر اپنی کتاب میں چھاپنا شروع کر دوں گا۔!“

”اچھا تو پیٹھو اپنا بوریہ اور چلو میرے ساتھ ...!“

”تحت کا کیا ہوگا ...؟“

”اس پر سونے کا پتہ چڑھا دینا.... فی الحال کھسکو یہاں سے۔!“

”آپ جلدی میں معلوم ہوتے ہیں۔!“

”تمہارے لئے مناسب بس کا انتظام تو کروں۔!“

”لبامعاملہ ہے کیا لجھنے پان کھائیے۔!“

”میں صرف کان کھانے کا عادی ہوں۔!“

استاد نے اپنا سامان اٹھا کر ایک دوکان میں رکھا تھا اور عمران کے ساتھ چل پڑے۔

”میں تو تمہارا سیکریٹری بن کر چلوں گا۔!“

”کیوں شرمندہ کرتے ہو.... جناب عالی.... میں تو آپ کا خادم ہوں۔!“



شمس الدین خان نواب تو نہیں تھے۔ لیکن کہلاتے ضرور تھے۔ دوسرا جنگ عظیم کے دوران میں انہوں نے فوج کی ٹھیکیداری سے بڑی دولت کمائی تھی اور جنگ جاری ہی تھی کہ انہیں حکومت برطانیہ کی طرف سے ”خان بہادری“ بھی نصیب ہو گئی۔ شاندار خطاب کی بنا پر انہیں اپنے نام کے ساتھ ”خان“ بھی استعمال کرنے کا خیال آیا تھا ورنہ ان کے والد تو شخش صاحب کہلاتے تھے۔ مقوق اور پرہیزگار آدمی تھے اور ذریعہ معاش کپڑا اپنا تھا۔ خود پڑھے لکھے نہیں تھے۔ لیکن بچوں کو پڑھانے کا شوق تھا۔ شمس الدین نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی..... لیکن شخش صاحب کی طرح حلیم اور بردبار نہ ہو سکے اس سلسلے میں شخش صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ مجھے اپنی ہی برادری میں شادی کرنی چاہئے تھی۔ بعدہ چلانے والوں میں شادی کر کے سخت غلطی کی۔ لڑکوں میں جارحیت کا رجحان ناپیال ہی کی طرف سے آیا ہے۔ شخش صاحب کا خیال کسی حد تک درست تھا صاحب زادے اولیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ذہین بھی تھے لہذا جارحیت پسندی نے انہیں نقاد بنا دیا۔ ایسے دھواں دھار تنقیدی مضامین لکھتے تھے کہ ابھی اپنے بیٹھانیاں بھیگ جائیں۔

اکثر پڑھے لکھے لوگ شخش صاحب سے کہتے۔ ”وونا قابل ضرور ہے مگر اسے قابو میں رکھو.... ارے وہ تو میر و غالب کے من آنے کی کوشش تھا۔ تاہم، بکھری مصھفل کے گریبان پر ہاتھ

والتا ہے اور کبھی حالی کا مظلوم گھیٹ لیتا ہے۔!“

یہ باشیں شش صاحب کے پلے نہ پڑتیں پھر بھی اخلاقاً کہتے ”جی میں سمجھا دوں گا۔ ان لوگوں کے کہتے کہ پچھے کر معاف کر دیں۔ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔!“

باپ بیٹے میں یہ قضا و یکھ کر لوگ عبرت پکڑتے اور خاموش ہو جاتے۔

ایک بار خود شمس الدین سے کسی نے پوچھا تھا۔ ”میاں آخر اس قدر جائے سے باہر کیوں رہنے ہو۔!“

اس پر وہ نہیں کر بولے تھے۔ ”حسن تدبیر...! جس طرح کوئی مداری تماشا ہیں کو اکٹھا کرنے کے لئے پہلے بُنری اور ڈگڈی بھجا تاہے اسی طرح میرے مضامین کے عنوانات بھی محض توجہ مبذول کرانے کے لئے ہوتے ہیں...! اگر میں اپنی تنقید کو ”جوش کی شاعری کا نام دوں تو لوگ سرسری طور پر نظر ڈالیں گے اور صفحہ الٹ دیں گے.... لیکن اگر میرے تنقیدی مضمون کا عنوان جوش اور پاپوش ہوا تو خود سوچنے کیا ہو گا۔ آپ اُسے ضرور پڑھیں گے جلد شہرت حاصل کرنے کا بہترین طریقہ.... بھلا اس سے جوش صاحب کا کیا گزرے گا.... لیکن میری شہرت مسلم!“

پوچھنے والے نے لا جواب ہو کر اپنی راہ ملی۔

تو یہ تھے شمس الدین جو شاعری تنقید اور پیری مریدی کی منزلوں سے گذرتے ہوئے فوج کی ٹھیکیداری تک پہنچے...! پھر خان بہادر ہو گئے اور اب نواب صاحب کہلاتے...! اس کے بعد انہوں نے خود کو کبھی ”شخش الدین“ نہیں لکھا تھا بلکہ شمس الدین خان لکھنے لگے تھے۔

مجیب ہے چینی طبیعت پائی تھی آزادی کے بعد انہیں ایک بستی اپنے نام کی بانے کی سو بھی۔ پیسہ بے حساب تھا.... بستی کی تعمیر شروع ہو گئی۔ پھر مکانات کی فروخت مہانہ اقساط کی بیانوں پر ہوئی اس اعلان پر خلقت ٹوٹ پڑی تھی کہ قرض پر برائے نام سود لیا جائے گا.... اتنی بھیڑ ہو گئی تھی کہ قریبہ اندازی کا سہارا الینا پڑا۔

بہر حال بستی بینے میں دیر نہیں لگی تھی.... بستی کا نام ”شمس آباد“ رکھا گیا۔ نواب صاحب

یعنی ”خان بہادر شمس الدین خاں“ نے اپنا محل بستی کے وسط میں بنوایا تھا اور وہاں تھاں رہتے تھے۔ دوسرے لوواہ چینی شہر کے کسی دوسرے علاقے میں مقام تھے۔ دراصل نواب صاحب کی اپنے خاندان والوں سے بفتی نہیں تھی۔ ان کی افادہ طبع سے بیننا ان بے چاروں کے بس سے باہر تھا۔

بھلا کون نہ رہا شست کر سکے گا کہ خاندان کا سربراہ دوسروں کی نظرؤں میں ایک سخنے سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا ہو۔

خان بہادر نواب شش الدین خاں کی بے چین طبیعت روز نئے نئے گل کھلانی۔

ایک دن شش آباد کے بائیوں نے دیکھا کہ بستی کے سرے پر لگا ہوا "شش آباد" کا بورڈ اتارا چاہا ہے۔ لوگ سمجھے شائد اس کے رنگ و روغن کو دوبارہ تازگی بخشی جائے گی لیکن جب دوسرا شیخ انہوں نے "شش آباد" کی ججائے پاگل نگری کا بورڈ دیکھا تو اچھے میں پڑ گئے.... ابڑی دیر تک تو کچھ سمجھی ہی میں نہ آیا کہ معالہ کیا ہے.... پھر بستی کے سر بر آور دو لوگوں کو نواب صاحب سے استفسار کرنا پڑا۔

اس پر نواب صاحب نے بیانگ دہل اعلان فرمادیا کہ آئندہ پانچ سال کی اقساط پر سود معاف کیا جاتا ہے۔ پانچ سال کا جو سود بنتا ہے وہ قرض داروں کو نہیں دیا پڑے گا۔ کوئی اس بورڈ پر اعتراض نہ کرے۔ اس دن پوری بستی میں جگہ جگہ میٹنگیں ہوتی رہی تھیں اور پھر یہ طلبیا تھا کہ نواب صاحب کی بات مان لی جائے۔ حرج ہی کیا ہے۔ پاگل نگری ہی سی۔... شش آباد نے کتنے اٹھے پچھے دیئے تھے۔

اس مرحلے سے گزر کر نواب صاحب نے پاگلوں کی انجمن کی بنیاد ڈالی۔ پوری بستی کے نہروز اور سر پھرے نوجوان ان کے ساتھ تھے۔

انجمن کی صدارت ایسی صورت میں قدرتی طور پر نواب صاحب نے ہی حصے میں آئی ہوئی۔ دستوری زبان میں ان کا عہدہ "مہاپاگل" کا عہدہ کھلایا۔... سیکریٹری "باؤل" ٹھہر۔ لیکن اتفاق سے موجودہ سیکریٹری کو صفائی اعتبار سے "باؤل" کہنا پڑا۔ کیونکہ یہ ایک سر پھری لڑکی تھی۔ جو اسکت سیکریٹری "جھلی" کھلایا۔

سبجدہ لوگ دور سے دیکھتے لیکن بہر حال ان کے دل بخلنے کا سامان بھی ہو گیا تھا۔ پوری بستی میں زندگی کی لہر دوڑ گئی تھی:... ایسا معلوم ہوا تھا چیزے شجر و جرنک پر یک وقت جاگ پڑے ہوں۔

انجمن کا دفتر نواب صاحب کے محل ہی کے ایک حصے میں قائم کیا گیا تھا جہاں ہر وقت پاگلوں کا جhom رہتا۔

نواب صاحب کی دلچسپی بدل چکی تھی۔ سفید آدمی تھے.... لیکن قوی مضبوط تھے اگر وہ خدا بستی کرتے تو اپنی عمر کے آدمی ضرور لگتے.... لیکن انہوں نے یہ ظاہر کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ عمر نہیں ہیں۔

اس وقت وہ دیکھنے کی چیز ہوتے جب کسی جلوس کی قیادت کر رہے ہوتے۔ تک دھرناگ.... جسم پر وہ صرف ایک لگوٹی۔ بال بکھرے ہوئے اور ڈاڑھی منتشر.... حلق تو ویسے ہی لاڈا پسکر۔

تھا۔ اس بڑھاپے میں بھی ایسی کڑک دار آواز تھی کہ بڑے بڑوں کے دل دل جاتے تھے۔ جلوس بستی کی گلیوں کے چکر کا شاہ ہوا پھر محل جا پہنچتا اور ہال میں تقریبیں ہونے لگتیں۔

یہ سب سے زیادہ دلچسپ منظر ہوتا۔ مقرر تقریب کر رہا ہے۔ کچھ لوگ ساز بخار ہے ہیں۔ کچھ ناچ رہے ہیں اور کچھ مقرر کی طرف متوجہ ہیں۔ کچھ لڑکاں ناچنے والوں کے ساتھ ہیں اور کچھ بیٹھی ایک دوسرے کے سرزوں سے جوئیں نکال رہی ہیں۔ غرضیکہ کسی کو بھی اس کی پرواہ نہ ہوتی کہ دوسرا کیا کر رہا ہے۔

اُدھر تقریبیں کچھ اس قسم کی ہوتیں!

آگئی دام شنیدن جس قدر جائے بھائے

مععاً عطا ہے اپنے عالم تقریب کا

شور و غل کے درمیان کبھی کبھی مقرر کی آواز صاف بھی سنی جاتی۔ لیکن یہ اسی صورت میں ملکن ہوتا جب مقرر خود نواب صاحب ہوتے۔ ان کی پاٹ دار آواز سب پر بھاری ہوتی اور کچھ اس حجم کی باتیں سیل جاتیں۔

"پاگلو.... کیا تم نے کبھی اس پر بھی خور کیا کہ جارحیت پسند پاگلوں کے لئے عمارتیں مہیا کی جاتی ہیں۔ طبی امداد بہم پہنچائی جاتی ہے۔ ان کے لئے اصول و ضوابط بنائے جاتے ہیں۔ لیکن یہے مقرر پاگلوں کا کبھی اپنے سامنے حالت نہیں!"

"خہ ہو گا.... ہمارے ٹھیکنے سے....!" متعدد آوازیں۔

"تو پھر میرے بھی ٹھیکنے سے!" نواب صاحب کہتے اور ڈاکس پر بانچا شروع کر دیتے۔

اس پر اتنا شور ہوتا کہ لبے چڑے ہال کی دیواریں لرزتے لگتیں۔ یہ تباگل نگری کے اندر وہیں جعلات تھے۔

پورے شہر میں بھی اس سے متعلق چہ میگوںیاں ہو رہی تھیں۔ اخباری رپورٹر دن بھر بستی میں گھومنے دیکھے جاتے۔

لیکن اس سلسلے میں سب سے زیادہ تحریر علاقوں کا تھانے دار تھا۔ کیونکہ ابھی تک بستی والوں نے اس ہنگامہ پروری کی شکایت تھانے میں نہیں پہنچائی تھی۔ آخر ایک دن وہ خود ہی پوچھ گئے کہ لئے اس طرف جانکار کسی کو بھی نواب شش الدین سے کوئی شکایت نہیں تھی۔

اُسے کچھ اس قسم کا جواب بستی کے سر بر آور دہلو گوں سے ملا۔

”جتاب ہمیں کوئی شکایت نہیں۔۔۔ اکثر ہمیں اپنے نالائق لاکوں لاکوں کو شہر میں جا کر تلاش کرتا پڑتا تھا۔ اب جس وقت چاہیں نواب صاحب کے محل سے انہیں پکڑ لائیں۔ بستی میں امن ہو گیا ہے۔ سارا شور ثراہ نواب صاحب کے محل ”القتس“ ہی تک محدود رہتا ہے۔۔۔ اور جب ان کا کوئی جلوس لکھا ہے تو بستی والے بھی محفوظ ہو لیتے ہیں۔“

”لیکن یہ سب کچھ غیر قانونی ہے۔۔۔!“ ہتھیار نئے کیلہ۔

”تو پھر برپا راست آپ کوئی کارروائی کیجئے۔ لاتم تو پر حال میں بھی کہیں گے کہ ہمیں اس کے کوئی تکلف نہیں۔“

”آپ لوگوں کو بستی کا نام بدلتے ہے تو بھی کوئی اعتراض نہیں۔“

”یہ بیوں پل کا رپورٹشن کا مسئلہ ہے۔۔۔!“ لیکن ہمارے خلقطاً اب بھی ”مش آباد“ ہی کے پیتے پر آتے ہیں۔۔۔ ہماری دامت میں یہ بھی ہمارے لئے تھصان وہ نہیں۔“

”پھر تھانے دار نواب صاحب سے نہیں ملا تھا۔ اپنی ذمہ داری پر وہ کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اور پورٹ بھیج کر خاموش ہو بیٹھا۔“



استاد کی ڈاڑھی برقرار رہی تھی۔۔۔! لیکن زلفیں کنوادی گئی تھیں۔ جس وقت وہ جمداد کی شیر والی اور چوڑی دار پاجامہ بین کر قد آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہوئے تو انہیں سکتہ ہو گیا۔

”کیا میں چنگلی لوں آں استاد۔۔۔!“ عمران نے ان کی حالت دیکھ کر پوچھا۔

”جی۔۔۔!“ استاد چونک کریوں۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ اس وقت ذرا اول بھر آیا تھا۔!

”خیریت۔۔۔ نہ ملادل کیوں بھر آیا تھا۔۔۔!“

”یہ سالا۔۔۔ کہٹا کیا چیز ہے جس کی یہ شیر والی ہے۔۔۔ میرے والد حضور ہیرے جواہرات بنکی ہوئی شیر والی پہنچتے تھے۔۔۔ وقت۔۔۔ وقت کی بات ہے۔ ان کی اولاد اس طرح ٹھوکریں کھانی پھر رہی ہے۔“

”غیر۔۔۔ غیر۔۔۔ دل چھوٹا نہ کرو۔۔۔ تمہارے والد حضور کی واپسی اگر میرے بس میں ہوتی تو اس کے لئے بھی کوشش کرتا۔ فی الحال تم خال صاحب محبوب عالم ہو۔۔۔“ ”زارے“ کا اسکرپٹو میں نے بیچے نکال دیا ہے۔!

”آپ جانیں جتاب۔۔۔ امیں تو حکم کا غلام ہوں۔!“ اس کے بعد وہ دونوں کار میں بیٹھے تھے اور مش آباد پاگل گمری کی طرف روشن ہو گئے تھے۔

استاد راستے بھر اپنے خاندان کی عظیمت رفتہ کی کہانیاں سناتے رہے اور عمران ہر ہی سجدگی سے سر ہلاپلا کر اعتراف کرتا رہا کہ وہ ان کی یاتوں پر یقین کرتا ہے۔

بستی میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے انہوں نے عجیب قسم کا شور سن۔ عمران نے گاڑی کی رفتار کم کر کے اُسے باسیں جانب سڑک کے نیچے اتار دیا اور استاد سے بولا۔ ”کچھ سننا آپ نے خال صاحب محبوب عالم مدظلہ، العالی“

”من تو رہا ہوں۔“ استاد نے منہ اور اٹھا کر ناک بھوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”ایسا اللہ تے۔۔۔ جیسے بے شمار مینڈک ٹرٹار ہے ہوں۔!“

”آج کل۔۔۔ مینڈک۔۔۔!“ استاد تردد کے ساتھ بولے۔ ”غیر چلو۔۔۔ دیکھتے ہیں۔!“

اب ان کی گاڑی آواز کی جانب جاری تھی۔ سورج بھے لمحہ قریب ہو تا جارہا تھا اور پھر وہ اس جگہ جا پہنچ۔

ایک چھوٹے سے تالاب کے کنارے بستی کے پاگل اٹھا تھے۔

”ازے۔۔۔ غصب خدا کا۔۔۔!“ استاد دونوں ہاتھوں سے سینہ پیٹھے ہوئے ہوئے۔۔۔ یہ لوگ تھے۔۔۔ ارے مینڈک۔۔۔ مینڈک کی طرح۔!“

”خاموش رہو۔۔۔ استاد۔۔۔ مجھے سمجھئے وو کہ وہ مینڈکوں کی زبان میں کیا ہے رہے ہیں۔!“

”ہائیں تو کیا آپ مینڈکوں کی زبان بھی سمجھ سکتے ہیں۔!“

”مینڈکوں کی آواز میں یہ کچھ گار ہے ہیں۔!“

”اے نہیں....!

”غور سے سنو.... اتم توجہ کی زبان نکل سکتے کادھوئی رکھتے ہو۔“

”ہوں.... ہوں.... پچھا تو رہے ہیں!“

”یہ گارہے ہیں۔ بہت ہوئے پانی میں ہم آگ لگادیں گے۔“

”جچ دھ گارہے تھے.... لیکن انداز ایسا تھا جیسے مینڈڑ کڑا رہے ہوں.... پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک پاگل نے ایک جلتی ہوئی لکڑی تالاب میں پھیک دی۔

”اے باپ رے غصب خدا کا!“ استاد نے بوكلا کر عمران کو جھبھوڑا لالا.... کیونکہ تالاب میں حقیقتاً آگ لگ بھی تھی۔

پھر ذرا ہی کی دیر میں یہ آگ پورے تالاب پر مسلط ہو گئی۔

”آپ تو پچھے بولتے ہی نہیں....!“ استاد آخر کار بھنا کر بولے۔

”اوی....!“ عمران چوک کر استاد کی طرف مڑا۔

”یہ سب کیا ہے؟“

”پاگل پین....!“ عمران نے محدثی سائنس لی۔

”ست... تو... وہ پاگلوں کی... اجمن!“ استاد جملہ پورا کرنے کی بجائے تھوک ٹکل کر رہ گئے۔

”ہاں.... استاد یہی ہے پاگلوں کی اجمن....!“

”تو پھر... تو پھر... جناب عالی مجھے اجازت دیجئے!“

”دماغ تو نہیں چل گیا!“

”نہیں صاحب....! میں ایسی کوئی انجمن و مجنون نہیں بناتا!“

”اے... تو ان لوگوں کے خلاف دعویٰ داڑ کرو گے!“

”دعویٰ.... اے باپ رے....!“ استاد دونوں ہاتھوں سے منہ پیشے لے گئے۔

”ہوش میں ڈھو... یہ کیسی حرکتیں شروع کر دیں!“

”میں دعویٰ کروں گا ان کے خلاف...!“

”کیوں.... کیا دشواری ہے.... سارا خرچ میں ہی تو برداشت کروں گا!“

”وو.... دیکھتے... عمران صاحب....! یہ میرے برس کے لئے اچھا ہو گا!“

”کیوں....?“

”میرے خواب میں موکل اور جنات وغیرہ آتے رہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ بھی آتے لگے تو مجھ پہنچنے میں دشواری ہو گی!“

”بکومت.... اگر میرے کہنے کے خلاف کیا تو یہ لوگ تمہاری جنتی جاتی زندگی میں سمس آئیں گے!“

”یا اللہ میں کس مصیبت میں پڑ گیا...!“ استاد نے پھر منہ پیشناشر ورع کر دیا۔

”نمیں جسی بات ہے....!“ عمران نے کارستے پیچے اترنے کی دھمکی دیتے ہوئے کہا۔ ”میں ان کو سینی بلائے لاتا ہوں....!“

”کیوں....؟ کیوں....؟“ استاد کی گھمکھی بندھ گئی۔

”دوسری طرف جس انداز میں پانی پر آگ بھڑکی تھی اسی طرح یہک شتم ہو گئی تھی.... اور اب وہ سارے پاگل ایک جلوس کی شغل میں تلالات کے کنارے سے ہٹر رہے تھے۔

”لب یہ کیا کریں گے!“ استاد نے عمران سے پوچھا۔

”کیوں نہ لکے پیچے چلیں...!“ عمران نے اُنکے سوال کا جواب دینے کی بجائے تجویز پیش کی۔

”م... میں تو گاڑی سے نہیں اتروں گا!“ استاد پھیل گئے۔

”گاڑی اُن کے پیچے چلے گی.... تم مطمئن رہو...!“ عمران نے کہا اور انہیں کا سوچ آن کر کے گاڑی اشارت کی۔

اب گاڑی جلوس کے پیچے پیچے ہل رہی تھی۔ وہ لوگ عجیب تم کے نظرے کا رہے تھا۔

”تر کے مل کڑے ہو جائیں گے!“

”لپٹا بات مٹا جائیں گے!“

”ٹوٹا...!“

”خمر در پالیں گے!“

”اٹھ دیں گے!“

”بچے نہیں دیں گے!“

”ردو مورت...!“

استاد نے اچک کر ہاتھ ملایا اور پورے دانت نکال دیئے۔ شاکر وہ کچھ کہنے کا رادہ بھی رکھتے تھے لیکن عمران نے انہیں موقع نہ دیا۔

”خان صاحب حالات کا جائزہ لے کر مناسب کارروائی کا رادہ رکھنے ہیں!“ اس نے کہا۔
”کہیں کارروائی...!“ کیپین فیاض چوک کر بولا۔

”میرا خیال ہے کہ تم میرے پاس ہی آجائو...!“ عمران نے گاڑی روکتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے استاد سے کہا تھا کہ وہ بچھلی سیٹ پر چلے جائیں۔
فیاض عمران کے برادر جائیٹا...!

گاڑی پھر ریکنے لگی تھی...! جلوس غول بیابانی کی طرح اپنی دھن میں مگن آگے بڑھ رہا تھا۔
”یہ خان صاحب...!“ عمران رازدارانہ لمحے میں بولا۔ ”واب شمسو کے خلاف دعویٰ دائر کرنے والے ہیں!“

”کھل کر کہو... کیا کہنا چاہتے ہو!“ فیاض نے زم لجھ میں کہا۔

”انہوں نے تین سال پہلے اس نام کی ایک انجمن کار جزیرش کرایا تھا!“
”ہوں...!“ فیاض نے طویل سافی لی.... پہلے اس کے چہرے پر بے بسی کے آثار نظر آئے لیکن آنکھوں میں خود لانہ چک بیدا کر کے بولا۔ ”اچھی تفریح رہے گی!“
”رہے گی تا...؟“ عمران چکا... اور ہنسنے لگا۔

”کیا تم آج ہی ادھر آئے ہو...!“

”نہیں...! میں تو کئی دنوں سے اس گرفتار میں تھا کہ خان صاحب کو واب شمسو سے ملاوں!“
”اس سے کیا ہو گا...؟“

”تفریح... کیپین فیاض... تفریح!“

”اچھی بات ہے!“
”لیکن یہاں تمہاری موجودگی میری سمجھ میں نہیں آ رہی... اتم تو بہت خلک آدمی ہو!“

”اونکھی حرکتیں دلچسپ ہوتی ہیں!“

”کیا کوئی رپورٹ ہے ان لوگوں کے خلاف!“

”نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں!“

”مردہ باد...!“

”پھر و پھری ب!“

”زندہ باد...!“

جلوس بستی کی گلکوں کے چکر کا ٹھارہ اور گاڑی اس کے پیچے چلتی رہی لیکن کسی نے پلٹ کر دیکھا تک نہیں!۔

استاد کے منڈ پر ہوا کیاں اڑ رہی تھیں کبھی جلوس کو دیکھتے اور کبھی بڑے غور سے عمران کی شکل دیکھنے لگتے۔ عمران ایسا یا پہنچا تھا جیسے استاد پر گذرنے والی ساری کیفیتوں سے قطعی بے خبر ہو!“
آخر استاد سے ترہا گیا بول ہی پڑے۔

”میرا خیال ہے جو اب واپس چلنے میں پا گلکوں کی انجمن نہیں بناؤں گا۔“

”جیل چلے جاؤ گے!“

”کیوں...؟ کیوں...؟“

”انہوں تمہارے نام سے رجسٹر ہو چکی ہے اگر ان لوگوں سے میں نے کہہ دیا کہ استاد عوام کرنے والے ہیں تو یہ لوگ تمہیں بیل ہی بھجوادیں کے کوئی چکر چلا کر!“

”اللہ... میرے... بچانا مجھ کو...!“ استاد بہت زیادہ نرود ہو گئے!

”بس خاموش بیٹھو اور دیکھو کہ پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے!“

استاد کی تفہی نہ ہو کی اور وہ آہتہ آہتہ کی قسم کا کوئی ورد کرتے رہے۔

جلوس چلتا رہا... اور اس سے عمران کی گاڑی کے قابلے میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

استاد پکھ دیکھ پھر بول پڑنے کی خواہش کو دباتے رہے تھے لیکن یہ اُنکے بس کی بات نہیں تھی۔
گاڑی رینگ رہی تھی.... دفتار کی بچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔ استاد

بوکھلا کر مڑے تھے لیکن اس حرکت کا مر تکب کوئی پا گل نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ایسا بار عرب اور
وقار چہرہ تھا کہ استاد غیر ارادی طور پر سلام کے لئے ہاتھ اٹھائے بغیر نہ رہ سکے!

عمران عقب نما آئنے میں اجنبی کی خلک دیکھ کر مسکرا یا اور بولا۔

”کیپین فیاض... ایسے خاص صاحب محیوب عالم ہیں!“

”ہوں... اچھا...!“ فیاض نے استاد کی طرف مصافی کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”پھر بخش دو ان بیچاروں کو.... ضروری نہیں کہ ہر عجیب حرکت کے پردے میں کوئی جرم ہی کیا جائے ہو۔“

”تمہیں ہمدردی ہے ان سے...!“ فیاض نے خنک لبجے میں پوچھا۔

”کیا نہ ہوئی چاہئے...؟“ عمران نے ٹھنڈی سالس لے کر سوال کیا۔

فیاض پکھنے بولا.... عمران نے باسیں ہاتھ سے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ ”مجھے پاگلوں سے ہمیشہ محبت رہی ہے۔“

جلوس شمس محل کے قریب بیٹھ چکا تھا.... پھر وہ گیٹ میں داخل ہوا اور عمران نے گاڑی کھڑی کر دی۔

”چلو چلیں....!“ اس نے فیاض سے کہا۔

”کہاں...؟“

”میاں جمیلی بار آئے ہو۔“

”ہاں بھی...!“

”اچھا تو اب یہ لوگ اس عمارت کے ایک بہت بڑے ہال میں جمع ہوں گے۔“

”کیا داشلے پر پابندی نہیں....!“

”مجھے تو آج تک کسی نے بھی نہیں ٹوکا۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔

پھر وہ تینوں اپنی گاڑی سے اتر کر بچانک کی طرف بڑھے۔

استاد کا چہرہ بُری طرح اتر گیا تھا.... ایسا لگتا تھا جیسے کسی عزیز کو دفن کر کے آئے ہوں۔

اچانک عمران نے ان کا ہاتھ پڑا کر کہا۔ ”اپنے موقف پر ڈٹے رہئے گا خان صاحب....!“

”مجھ... جی.... اللہ بھلا کرنے گا....!“ استاد بھرا جی ہوئی آواز میں یوں۔

کمپیئن فیاض نے استاد کو بنظر غازد دیکھتے ہوئے عمران سے کہا۔ ”خان صاحب بہت زوں معلوم ہوتے ہیں۔!“

”پیدائشی طور پر ایسے ہی ہیں....!“ عمران بولا۔

”اب جلوس لانے سے گذر کر عمارت میں داخل ہو رہا تھا۔ فیاض کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بے دھڑک اندر نہیں جانا چاہتا۔!

”کپتان صاحب....! تیری سے قدم بڑھائیے....!“ عمران نے فیاض کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ ”ورنہ شاکنڈ اندر کوئی مناسب جگہ نہ مل سکے۔“

”میں مختار ہنا چاہتا ہوں....!“ فیاض چلتے چلتے رک گیا۔

”آپ تینیں کھڑے مختار ہوتے رہئے ہم تو چلے.... آئیے خان صاحب....!“ عمران استاد کو کھنپتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔



وہ ایک بہت بڑا کمرہ تھا.... لیکن وہاں صرف دو ہنس نظر آ رہے تھے۔ ایک مرد تھا اور دوسری عورت.... مرد قبول صورت اور مناسب جسم رکھنے والا ایک تو انہا آدمی تھا عورت بہت خوب صورت تھی۔

کمرے کی مشرقی دیوار پر کسی قسم کے بر قی نظام کے آثار پائے جاتے تھے۔ پوری دیوار انگوشنیں اور مختلف قسم کے سوچوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

کمرے کے وسط میں ایک میز کے گرد یہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے کسی چارٹ کا مطالعہ کر رہے تھے۔ دفتارخون کی ٹھکنی بھی اور مرد نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیں سر....!“ کہہ کر وہ تھوڑی دیر تک دوسری طرف کی گنگتوں سمتاہ پھر رسیور رکھ کر مشرقی دیوار کی طرف چھپا۔

بڑی بھرتی سے اس نے کئی سوچ آن کے تھے۔ ایک بڑے اسکرین کے اوپر والے رسیور سے عجیب طرح کا شور سنائی دیئے لگا اور پھر آہستہ آہستہ سکرین بھی روشن ہو گیا۔ عورت نے اپنی کارخانے کا رکھنے والے اسکرین کی طرف موڑ لیا تھا۔ مرد اس کے قریب آ کرہا ہوا۔

اسکرین پر بے شمار لوگ نظر آ رہے تھے اور بھاجات بھاجات کی آوازیں رسیور سے منتشر ہو رہی تھیں۔ اس جم غیر میں کوئی تیقینہ لگا رہا تھا کوئی گارہا تھا کوئی یونہی حلق پوڑا رہا تھا۔ اس بھیڑ میں ایک آدمی کے علاوہ اور سب نوجوان لوگ تھے ان کے جسموں پر عجیب عجیب وضع کے لیے بسات تھے۔ بوڑھا آدمی بھی عام بوڑھے آدمیوں سے مختلف تھا۔

”واب شموں آج کچھ متذکر سانظر آ رہا تھا۔!“ عورت بولی۔

”شش....!“ مرد نے ہوشیں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

لی۔ وی اسکرین پبلے سے کچھ اور زیادہ روشن ہو گئی تھی اور تصاویر بہت صاف نظر آ رہی تھی۔ بوڑھا آدمی جو ڈائس پر بیٹھا ہوا تھا اپنی کرسی سے اٹھ کر ڈائس کے سرے پر آ کھڑا ہوا۔ لیکن مجھے اپنی دھن میں مستحقاً کسی نے بھی اس کی طرف متوجہ ہونے کی زحمت گوارانٹی کی... پھر بوڑھے کی گرج دار آواز سنائی دی۔

”پاگلو.... تم سب زندہ باد....!“

اب بھی کسی کے کام پر جوں نہ رہ سکی.... وہ سب کسی نہ کسی مشغله میں الجھے ہوئے تھے۔! بوڑھا گرج دار آواز میں یوتار ہے۔ عجیب سی گونج تھی اس کی آواز میں جو مجھ کے شور پر بھی غالب آگئی تھی۔ اس کا ایک ایک لفظ صاف سا جا رہا تھا۔

”پاگل پین ہی اصل زندگی ہے۔ سر کے بل کھڑے ہو کر دیکھو اس دنیا کو۔ عمارتیں الٹی نظر آئیں گی اور دوسرا سر کے بل کھڑے نظر آئیں گے۔ لات مارو.... اس دنیا کو جہاں لوگ ایک دوسرا سے کو بھجو نہیں سکتے۔!“

استئنے میں ایک لڑکی مجھ سے نکل کر ڈائس پر چڑھ آئی اور بوڑھے کے آگے ہاتھ جو زکر بولنے تھے میں کیا ضرورت ہے کہ ہم دنیا کو دیکھیں۔ کیا اتنا ہی کافی نہیں کہ دنیا ہمیں دیکھ رہی ہے۔!

”بد تیز لڑکی تو عقل مندوں کی سی باقیں کر رہی ہے....!“ بوڑھا گرجا۔

”اور تم ابھی کیا پکر رہے ہے۔!“ لڑکی بھی اسی کے سے انداز میں چھپی۔

پھر اپنے ساز بجا جانے والے کمی نوجوان بھی ڈائس پر چڑھا آئے اور ان دونوں کے گرد ٹھہرنا پڑنے لگے۔ ساتھ ہی ساز بجا بجا کر گا بھی رہے تھے۔

بوڑھا چیخ رہا تھا.... لڑکی چیخ رہی تھی اور وہ لوگ ان کے گرد ناچے جا رہے تھے۔ اور انہیں اسکرین پر نظر جانے ہوئے یہ دونوں تنفس دم بخود تھے۔ ان کے چہروں پر کسی قسم کے جذبے بالآخر کا شاید تک نہیں تھا۔

لیکن اپنے ڈائس پر تھوڑا کرنک کر بولی۔ ”یہ دونوں کون ہیں....؟“

”ایک کو تو تم نے پچھلے دونوں بھی دیکھا ہو گا.... لیکن یہ پاگل نہیں معلوم ہوتا۔ دوسرا ہمیرے لئے بھی اجنبی ہے۔!“

”دوسرا سے نے بھوول دار کپڑے کی شیر وانی پہن رکھی ہے۔!“

”دوسرا سے کافوٹو گراف....!“ مرد بولا۔

عورت اٹھ کر سامنے والی دیوار تک پیچنی اور مرد جس جس نمبر کے سوچوں کے پارے میں

لکھا گیا وہ اپنیں آن کرتی گئی.... اور پھر وہاں سے ہٹ آئی۔!

شہزادی اسکرین پر اب بھی ہنگامہ جاری تھا.... وہ لوگ بدستور بوڑھے اور سر پھری لڑکی کے

گرد ناچے جا رہے تھے۔

وفتنٹا کٹرول یورڈ کا ایک بلب جلد جلد بھٹکنے لگا۔

دھفعہ سوچ...!“ مرد نے عورت کی طرف دیکھ کر کہا اور وہ کٹرول یورڈ کی طرف بڑھ گئی۔

پانچوں سوچ آن کرنے ہی کھٹا کے کی آواز آئی تھی اور ٹھیک اسی سوچ کے نیچے سے ایک

بلٹ بر آمد ہوئی جس پر پوست کارڈ سائز کا ایک فوٹو گراف رکھا تھا۔ عورت اُسے اٹھا کر مرد کی

ترف داپس آئی اور یہ اسی شخص کا فوٹو گراف تھا جو لڑکی اسکرین پر بحمد اللہ عورت کی شیر وانی میں دکھائی

دے رہا تھا۔ تصویر میز پر ڈال کر وہ پھر اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اس دوران میں معلوم نہیں کس طرح ڈائس پر رقص کرنے والے کسی اور طرف جانکے

تھے اور اب نواب شمسو کری صدارت پر جلوہ افروز تھے اور ان سے الجھ پڑنے والی لڑکی تقریر

کر رہی تھی۔

”مرغیوں کی دیکھ بھال کے لئے لندن سے واج ڈاگس منگواو۔... دیسی کتے کسی کام کے

نہیں ہوتے.... سوال یہ نہیں ہے کہ پہلے مرغی پیدا ہوئی یا اٹھا.... بات اتنی ہی ہے کہ اٹھا....

اٹھے کی شکل کا کیوں ہوتا ہے....!“ تلفی کی شکل کا کیوں نہیں ہوتا۔

”میں ابھی بتاؤں گا.... کہ تلفی کی شکل کا کیوں نہیں ہوتا۔!“ نواب شمسو دہائے.... لیکن

وہ ان پر دھیان دیئے بغیر یوں تھی۔ ”سوال یہ بھی نہیں ہے کہ مرغیاں قلفیاں دیتیں تو کیا

ہوتا۔ غالباً ماسک کیا ہوتے اسی صورت میں۔!“

”باؤلی.... اب خاموش رہو....!“ نواب شمسو پھر وہاڑے اور اٹھ کھڑے ہوئے.... اب

وہ ڈائس سے اتر کر ہاں کے صدر دروازے کی طرف جا رہے تھے۔

لڑکی بھی تقریر ختم کر کے ان کے پیچے چل پڑی۔

لڑکی اپنے ڈائس پر تھوڑا کرنک کر بولی۔ ”یہ دونوں کون ہیں....؟“

”وہ دونوں بھی جا رہے ہیں...!“ عورت بولی۔
”ہوں...!“ مرد بڑا لیا۔ ”دوسری آدمی...!“

پھر وہ شیر والے کافنوگراف اٹھا کر غور سے دیکھنے لگا تھا۔ اس کے بعد اس نے فون پر کسی کے نمبر ڈائل کئے اور ماڈل تھے پیس میں بولا۔ ”آج اس احمد آدمی کے ساتھ ایک نیٹ شکل دیکھی گئی ہے۔ اس کا فونوگراف بی الین (B-11) کو بھیجا جا رہا ہے۔“
رسیور کھ کر اس نے عورت سے سارے سوچھ آف کر دینے کو کہا تھا۔



عمران اور استاد ان دونوں کے عقب میں باہر لٹکتے تھے۔ کیپن فیاض کا دور تک پتہ نہیں تھا۔
نواب شو اور بادی کو انہوں نے عمارت کے دوسرے حصے میں داخل ہوتے دیکھا جس دروازے سے داخل ہوتے تھے اس کے سامنے ایک عجیب اتفاق آدمی دکھائی دیا۔ جس کے سر پر چیتے کی کمال کی ٹوپی تھی زیر جامہ بھی چیتے کی کمال ہی کا تھا۔ جس سے ایک دم لٹک رہی تھی۔
بقیہ جسم عربیاں تھا اسی اور موچیں اتنی گھنی تھیں کہ ناک کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔
”یہ خیال ہے... استاد...؟“ عمران نے پوچھا۔ ”اس جانور کے بارے میں!“
”عمران صاحب مجھ پر رحم... سمجھے... ارے باپ رے... لکنی خونی آنکھیں ہیں۔ اس طرح کیوں گھور رہا ہے۔ ہم لوگوں کو!“

”ہو سکتا ہے...!“ عمران ٹھنڈی سائنس لیکر بولا۔ ”پاگلوں کے دربان ایسے ہی ہوتے ہوں۔!
”تو اب آپ اور ہر کیوں جا رہے ہیں...؟“ استاد چلتے چلتے رک گئے۔
”مہاپاگل اور بادی سے ملاقات کرنے کے لئے!“

”وہ اندر نہیں جانے دے گا...!“ استاد ہائپتے ہوئے بولے۔ ”ویکھے دیکھے... حرای شیر کی طرح غرانے لگا ہے!“

”شیر حرای نہیں ہوتے... چلو آگے بڑھو...!“ عمران استاد کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا ہوا بولا۔
اور ہر دھوف ناک دربان ڈپٹ کر بولا۔ ”کون ہو... اور کیا چاہتے ہو!“

”ہم نواب صاحب سے ملتا چاہتے ہیں!“
”پیال کوئی نواب نہیں رہتا!“ دربان غریا۔ ”مہاپاگل کی قیام گاہ ہے.... بھاگ جاؤ!“

”مہاپاگل ہی سے ملتا ہے...!“ عمران نے کہا جو اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔
”تحتی لاو...!“ وہ حشیانہ انداز میں ہاتھ جھک کر بولا۔

”عمران نے ”خان صاحب محبوب عالم...!“ کاوزینگ کارڈ نگال کر اس کی طرف بڑھاتے کہا۔ ”اگر ممکن ہو تو ہم اسی وقت ملتا چاہیں گے۔“
”یہ کیا ہے...“ وہ دربان غریا۔

”ملاقات کا ذریعہ...! اس پر ان کا نام لکھا ہوا ہے...!“ عمران نے استاد کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”اس پر نام ہے...!“ دربان نے خود سے کہا۔ ”اس چیز پر پڑھو...!“ میں تمہیں ملتا ہوں کہ یہاں وزینگ پیٹھ قول کی جاتی ہے۔“

”وزینگ پیٹھ...!“ عمران نے متکرانہ انداز میں سر کھجاتے ہوئے دھرا لیا۔
وہ دربان دروازے میں داخل ہو کو غائب ہو چکا تھا۔ لیکن اس کی واپسی میں دیرہ نگی
لکوی کی کئی نیم پلٹیں اس نے ہاتھوں میں اخبار کھی تھیں۔
”یہ رہیں...!“ اس نے انہیں فرش پر ڈالتے ہوئے کہا۔

”ہائیں... ہائیں...!“ عمران اُسے گھور کر بولا۔ ”یہ تو ناموں کی تختیاں ہیں۔ جو دیوار سے گھلی جاتی ہیں۔!“

”یہاں تکی چلتی ہیں...!“ دربان بے تحاشہ ہنس کر بولا۔ ”لوگ گلے میں لٹک رہتے ہیں۔!
”تب تو یہتھ نشکل ہے خان صاحب...!“ عمران نے استاد کی طرف دیکھ کر مایوسانہ لجے
میں کہا اور ٹھنڈی سائنس لی۔

”تو چلے... واپس چلتے ہیں...!“ استاد کے دانت نگل پڑے۔
”یہ ناممکن ہے خان صاحب...! ملے بغیر واپسی سیر امدادہ چوپت کر دے گی۔!“

”چھوڑیے بھی عمران صاحب...! کس چکر میں پڑے ہیں۔!“ استاد پھر خوف زدہ نظر آنے لگا۔
عمران کی ان سنی کر کے دربان سے بولا۔ ”اگر اس وقت مہاپاگل سے ملاقات نہ ہوئی تو
دریائے مسی پسی میں طغیانی بھی آسکتی ہے۔“

”مسکی پسی...؟“
”مسکی پسی میں طغیانی بھی آسکتی ہے۔“

اُن کے گرد چکر لگانے کے سیکریٹری پس بڑی اور نواب شمس فرش پر لیت کر عمران کی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔

”میں ایک بہت بڑا شاعر لایا ہوں۔“ عمران آہستہ سے بولا۔

”لیکن اس کا حلیہ مجھے پہنچنے میں آیا۔“ نواب شمس نے سرگوشی کی۔

”حلیہ ٹھیک کر لیں گے۔“ عمران نے یا میں آنکھ دیا۔

”اچھا بسید ہے کھڑے ہو جاؤ...!“ اچاک نواب شمس وہاڑے اس سلسلے میں عمران نے

جن پھر تی کا مظاہرہ کیا تھا ہر ایک کے بن کاروگ بہیں تھا۔

نواب شمس اور ان کی سیکریٹری نے حیرت سے تیکیں چپکائیں۔

عمران نے استاد کی گردان دبو پی اور انہیں تواب شمس کے آگے جھکاتا ہوا بولا۔ ”مہاگل کی

حیرت میں۔“

”قول کیا...!“

”سید ہے کھڑے ہو جاؤ...!“ استاد... اور غزل پیش کرو...!“

”ضغ... غزل... بج... جی بہت اچھا...!“ استاد ہکلائے اور لمبی سانسیں لئی

کر دی کر دیں۔ پھر سنبھلے اور جگر مر روم کے سے ترمیم میں غزل شروع کر دی۔

ایک دن جلال جبہ و دستار دیکھنا

ارباب مکر و فن کو سردار دیکھنا

ستے رہیں کسی بھی دردیدہ وہن کی بات

ہم بھی کھلے تو جو شش گفتار دیکھنا

قرآن میں ڈھونڈتے ہیں مساوات احریں

یادو...! نیا یہ فتنہ اغیار دیکھنا

وزو زبان ہیں خیر سے آیات پاک بھی

یہاں ہر من یہ خ حق و پیداوار دیکھنا

کل تک جو بندے کی اڑاتا تھا دھیان

”ہاں... ہاں... ہو سکتا ہے تم نے یہ نام پہلے کبھی نہ سنا ہو۔!“

”یہ تم مجھ سے کہہ رہے ہو...!“ دربان غریا اور زیر جائے سے لٹکنے والی دم بآخھ میں سے کرز دوز روز سے ہلانے لگا۔

”دم ہلانے سے کام نہیں چلے گا...!“ عمران مکرا کر بولا۔ ”جاہ مہاپاگل سے کہہ دو کہ آدمی پاگل ہونے آئے ہیں۔!“

”تو ایسی بات کرونا...!“ دربان نے قہقہہ لگا کر کہا۔ پھر چلکی بجا کر بولا۔ ”مہہر میں ابھی آیا۔“ وہ جھپاک سے اندر چلا گیا تھا... استاد پر تشویش نظرؤں سے برآمدے کی چھت کو سکے جا رہے تھے... عمران نے ان کی طرف دیکھ کر جھنڈی سائیں لی لیکن کچھ بولا نہیں۔

دربان نے تھوڑی دیر بعد واپس آکر کہا۔ ”چلو سا تھیو۔!“

وہ انہیں ایک بڑے کرے میں لایا۔... بیہاں کی حالت عجیب تھی۔ دیواروں پر تصویریں الٹی لگی ہوئی تھیں۔ گلدن فرش پر لٹھک رہے تھے۔ صوفوں پر چھلوں کے چھلکے اور دوسری الٹ علم چیزیں ڈھیر تھیں... دربان انہیں کرے میں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔

”یہ کیا معاملہ ہے جناب عالی...!“ استاد نے عمران کی طرف دیکھ کر پر تشویش لجھ میں پوچھا

”استاد...!“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”اب میں نے ایکم بدل دی ہے... جب میں کہوں

جیہے دستار والی غزل شروع کر دینا۔... لیکن تمہارا عربا یا فارس زبان سے چھٹے پائے۔“

”اگر یہ بات ہے تو پھر دیکھئے گا۔!“ استاد کھل اٹھے۔

”یہی بات ہے تم کہا میں ملک کا سب سے بڑا شاعر ہوں اور ان لئے حاضر ہوا ہوں کہ پاگل

ہو جاؤ۔... وہ غزل ایک بار پھر دل ہی دل میں ڈھیر جاؤ۔!“

استاد ناک بھوں پر زور دیتے ہوئے چھت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اتنے میں کسی جانب سے

ایسی آواز آئی جیسے کوئی بہت وزنی چیز زمین پر گری ہو۔!

استاد اچھل پڑے اُن کے چہرے پر ہوا ایک اڑنے ہی ولی تھیں کہ عمران شانہ تھپک کر بولا۔

”میں صرف عورتوں سے ڈرتا ہوں، استاد...! اس کے علاوہ اور کسی قسم کی ٹکرنا کرو۔“

ٹھیک اسی وقت باکیں جانب کا دروازہ کھلا اور نواب شمس وہنی سیکریٹری سمیت کرے میں

داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی عمران بڑی پھر تی سے سر کے بل کھڑا ہو گیا اور استاد بول کھلا ہٹ میں

اس کے لگلے میں حلقہ نثار دیکھنا لائی گئی ہے لال پری بزرہ زار میں ہوتے ہیں کتنے لوگ گنہ گار دیکھنا فرصت ملے جو لال خوبی کے درس سے ایک بوریہ نشیں کے بھی انکار دیکھنا استاد نے غزل تمام کی... اور سنانا چھا گیا!... نواب شمسودم بخوبی تھے اور ان کی سیکریٹری بھی عمران کی طرف دیکھتی تھی اور بھی استاد کی طرف۔ دعائیا نواب شمسو نے عمران کا ہاتھ پکڑا اور ٹھپٹھپتا ہوا کرنے کے دوسرا سرے تک لیتا چلا گیا پھر لمحے اس کی آنکھوں میں گھوڑتا رہا پھر پوچھ بیٹھا۔

”بی آدمی کون ہے....؟“

”خیر الملک استاد نوایے عالم....!“

”اس نے مجھے یہ غزل کیوں سنائی ہے۔؟“

”میں خود حیرت میں ہوں... ورنہ یہ بالکل اونٹ پلائیں آدمی ہے۔؟“

”مجھ سے اڑنے کی کوشش نہ کرو میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔! تمہیں ہی ہمیں تمہارے باپ سے بھی واقف ہوں۔؟“

”ستب تو آداب مجالاتا ہوں بچاؤ جان....!“ عمران نے جھک کر فرشی السلام کرتے ہوئے کہا۔

”تم پولیس انفارمر کی حیثیت سے بھی اکٹھ کام کرتے رہتے ہوئے ہو؟“

”خدای کی پناہ....!“ عمران مخدوشی سائنس لے کر بولا۔

”لیکن یہ کون ہے... اور اس نے مجھے اس قسم کی غزل کیوں سنائی ہے۔؟“

”وزاصل قصہ دوسرا ہے....!“ عمران مسمی صورت بناتا کر بولا۔

”جلدی بتاؤ کیا قصہ ہے۔؟“

”اس نے دو سال پہلے اس قسم کی ایک اجمن رجسٹر کرائی تھی، غالباً اس کا نام بھی ”یاگوں کی اجمن“ ہی تھا۔“

”تو پھر....؟“

”خالماں کہنے آیا ہے کہ آپ اس نام کو استعمال کرنے کا حق نہیں رکھتے!“

”میں اُسے دیکھ لوں گا۔!“

”ذمہ رئے ختم بھی کہجے... پچھے دبے کر خست کر دیجئے۔ آپ مغلس تو نہیں ہیں!“

”ہوں تو مسٹر رحمان کے صاحب زادے بلیک میڈ بھی ہیں!“

”دیکھئے جاتا نواب صاحب... آپ میری توہین کر رہے ہیں، قبل اس کے کہ یہ کسی دل کے پاس جاتا ہیں اسے آپ کے پاس لے آیا ہوں۔!“

”اچھا... اچھا... میں دیکھتا ہوں....!“ نواب شمسو نے ہر اتنا منہ بنا کر کہا اور پھر اپنی سیکریٹری کو آواز دی۔ ”بادی!“

”لیں ہمایا گل...!“

”کاٹ...!“ نواب شمسو استاد کی طرف اشارہ کر کے دہائے اور وہ لڑکی اچاک استاد پر بھیخت پڑی۔

”اڑے... اڑے... قلبے... قلبی... ہی ہی ہی... اڑے باپ رے۔!“

ڈاڑھی گرفت میں تھی اور وہ بڑی بیداری سے جھکلے دے رہی تھی۔ پھر اس نے استاد کی لڑکھڑاہٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ٹانگ بھی ماری اور استاد دھرام سے فرش پر گئے۔

اب وہاں پر سوار دنوں ہاتھوں سے مرمت کر رہی تھی۔

استاد پچھے جا رہے تھے... بھی عمران کو پکارتے اور بھی ان بیرونی کو جن کے مزاد پر حاضری دیکرتے تھے۔

”نواب صاحب... مر جائے گا...!“ عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں مہاپاگل سے کہا۔

”ایسی ڈالا ہیاں رکھنے والوں کو مرہی جانا چاہئے۔!“

”وو... فی تو آپ بھی رکھتے ہیں۔!“

”ن اس کی آڑ میں شکار نہیں کھیلا جاتا۔!“ نواب شمسو نے خیری بجھ میں کہا۔

”وہ بیچارہ شکاری نہیں ہے۔!“ عمران نے کہا اور معموم نظرؤں سے استاد کی طرف دیکھنے لگا۔

جواب بالکل خاموش اور ندھر پڑے تھے۔ جحدار کی شیر والی تار ہو چکی تھی۔

لڑکی اب بھی انہیں دنوں ہاتھوں سے پینے جا رہی تھی۔

”نواب صاحب وہ غالباً بیہوش ہو گیا ہے...!“ عمران بولا۔
”باؤلی...!“

”لیں باس...!“

”اُسے چھوڑ اور اس کو کاٹ...!“ نواب شمسو نے پیچھے بٹتے ہوئے عمران کی طرف اشارہ کیا۔
باؤلی کی وہ چھلانگ بالکل مشین انداز کی معلوم ہوئی تھی لیکن ٹکراؤ عمران کے بجائے نواب
شمسو سے ہوا۔ عمران بجلی کی سی سرعت سے دونوں کے درمیان سے نکل گیا تھا۔

وہ نواب شمسو سے ٹکرائی اور نواب شمسو دیوار سے جا ٹکرائے ساتھ ہی انہوں نے چیناشروع
کر دیا۔ ”چیتے... ابے او چیتے... دوڑیو... ٹھپٹیو...!“

دوسرے ہی لمحے میں عمران نے وحشی دربان کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔

”دیکھے... یہ جانے نہ پائے...!“ نواب شمسو فرش سے اٹھتے ہوئے کہا ہے اور باؤلی بھی
تھی۔ ”ہاں ہاں جانے نہ پائے...!“

استاد اس وقت ایک صوفے کے نیچے گھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انہیں ہوش آگیا تھا۔
عمران جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہا۔

وہ وحشی دربان کسی چیزی ہی کی طرح غراٹا ہوا آہستہ عمران کی طرف بڑھ رہا تھا۔

”پیچا جان.. دیکھئے۔ اسکی نہیں ہوتی۔!“ عمران اس پر نظر جماۓ ہوئے نواب شمسو سے بولا۔

”چیتے... دیکھے جانے نہ پائے... پکڑ کر باندھ لے...!“ نواب شمسو دیوار سے۔

دفعتاً وحشی نے عمران پر چھلانگ لگائی لیکن قبل اس کے کہ اس کے پیر دوبارہ زمین پر لگتے
عمران کی ٹکرائے اُسے دوسرا طرف اچھال دیا۔

”بائی گاؤ...!“ باؤلی کی تھی رانہ آواز کمرے میں گوچی۔

دوسری بار وحشی مجھونانہ انداز میں عمران پر پل پڑا۔

استاد صوفے کے نیچوں دیکے ہوئے روہا نسی آواز میں آیت انگریزی پڑھے جا رہے تھے۔

عمران اور وحشی گھٹ کر رہ گئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دو دیوانے مینڈھے ایک دوسرے
پر چڑھ دوڑے ہوں۔

وہ وحشی زیادہ تر عمران کے سر پر ٹکریں مار رہا تھا۔

نواب شمسو نے قہقہہ لگایا اور بولے۔ ”اس کے سر کے ہزار ٹکڑے کر دے۔!“

”وڈر فل...!“ باؤلی تھی۔ اس نے عمران کی ایک ٹکر کی داد دی تھی۔ جس نے وحشی
کو فرش پر آکڑوں بٹھا دیا تھا۔

اب اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام رکھا تھا۔ اور بار بار اس طرح آنکھیں چھاٹنے
لگتا تھا جیسے کچھ بھائی نہ دیتا ہو۔

”چیتے... بزدل اٹھ...!“ نواب شمسو دیوار سے۔

لیکن چیتے کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ عمران جھک جھک کر نواب شمسو کو سلام
کرنے جا رہا تھا۔

نواب شمسو غصے سے بچ چپا گل ہوئے جا رہے تھے۔ دفعتاً جھپٹ کر آگے بڑھے اور چیتے کی
کرپا ایک زور دار لات رسید کی۔ لات کھا کر چیتا فرش پر لمبا لمبا لیٹ گیا۔ اس کی آنکھیں بند
تھیں اور منہ کھل گیا تھا۔ سفید چپک دار دانت بڑے ڈراؤنے لگ رہے تھے۔

”ول ڈن... ول ڈن...!“ باؤلی عمران کے قریب پہنچ کر اس کی پیٹھ ٹھوٹکنے لگی۔

”شکریہ... شکریہ... آداب عرض... آداب عرض...!“ فرشی سلام باؤلی کو بھی کئے گئے
”تم کہاں سے آئے ہو...!“ باؤلی نے اُس کا بازوں سهلاتے ہوئے پوچھا۔

”آغوش مادر سے سیدھا بیٹیں چلا آیا ہوں... کیا آپ مجھ سے گفتگو کرنا پسند کریں گی۔!“

”کیوں نہیں... کیوں نہیں...!“

”اچھا تو پہلے اُس آدمی کو باہر نکالئے!“ عمران نے استاد کی طرف اشارہ کیا جو اب بھی
صوفے کے نیچے اوندھے پڑے کوئی وظیفہ کئے جا رہے تھے۔

باؤلی دبے پاؤں آگے بڑھی اور استاد کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر گھینٹنے لگی۔ صوفے کے نیچے سے
خیخت نکالا اور گھینٹی ہوئی پیچھے بٹتے لگی۔

”ارے باپ رے... اے عمران صاحب... ای نا محروم عورت مجھے ہاتھ لگا رہی ہے...
لخت ہے ایسے کار و بار پر... اے... اے... بس...!“ استاد چیختے پیٹتے رہے۔ لیکن عمران

اُن کی طرف دھیان دیئے بغیر نواب شمسو کی طرف بڑھ گیا۔

”میرے لاکن کوئی خدمت پیچا جان...!“ اس نے بڑے ادب سے پوچھا۔

”تم فوراً بہاں سے پلے جاؤ... ورنہ اچھا نہ ہو گا!“
”میرا قصور...!“
”بکواس بند کرو...!“

اُدھر چیسے ہی استاد کی نالگین باوی کی گرفت سے آزاد ہوئیں وہ اٹھ کر دروازے کی طرف چھاگے اور باوی نے چھپت کر عمران کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ”چلو میرے ساتھ!“
”چج... چلو...!“

نواب شمساں پھر بیہو شربان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے... انہوں نے پھر ان دونوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔
باوی عمران کو دوسرا رے کرے میں لائی اور اُسے گھورتی ہوئی بولی۔ ”اب بتاؤ... اس غزل کا کیا مطلب تھا!“

”المعنی فی بطن الشاعر... اور شاعر بھاگ گیا!“

”ضھول باتیں سہ کرو... تم اگر پولنس انفارمر ہو تو ہمارے خلاف کچھ بھی ثابت نہ کر سکو گے۔“
”تالاب میں آگ کیوں عکر لگتی تھی!“

”وہ پانی کا پاگل پین تھا... میں کچھ نہیں جانتی!“

”کیا میں پاگل بن سکتا ہوں...!“

”دنیا کا ہر فرد پاگل بن سکتا ہے... سوچنا چھوڑ دو... پاگل کہلاوے گے!“

”بات تو ٹھیک ہے...!“ عمران نے پر تکثر انداز میں سر کو جنمش دی۔

”ہماری ٹوپی میں شامل ہو جاؤ!“

”اُس کے لئے مجھے کیا کرنا پڑے گا!“

”اُذ اور شامل ہو جاؤ... کسی کو بھی اس کی فکر نہ ہو گی کہ تم کون ہو...!“

”پھر نواب صاحب اتنے پریشان کیوں ہو گئے!“

”انہیں اس سے چڑھے ہے کہ ان کی نیت پر شہہ کیا جائے۔ مکمل سراغِ رسانی کا سپریشنڈنٹ کی باراں طرف آچکا ہے... لیکن عمارت کے اندر قدم رکھنے کی حراثت نہیں کر سکا!“

”میں نے بھی کوشش کی تھی کہ وہ میرے ساتھ غمادت میں داخل ہو جائے لیکن میں

کتاب نہ ہو سکا!“

”آخ تم لوگ کیا چاہتے ہو...!“

”بھی میں تو پاگل ہونے آیا تھا... لیکن فیاض کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا!“
”یکھ بھی ہو...!“ باویِ محمدی سانس لے کر بولی۔ ”لیکن یہ حقیقت ہے کہ تم سے زیادہ

لائق اُدی آج تک میری نظروں سے نہیں گزر را!“

وفتن عمران کے چہرے پر حماقت آمیز مجرو اکشار کے تاثرات پھیل گئے۔

”تم بہت بھولے اور مخصوص بھی نہ لگتے ہو!“

”کچھ خوف معلوم ہو رہا ہے... بہاں سے چلو۔“

”کہیں میں کچھ پاگل نہ ہو جاؤں!“

”یوں...؟“

”جب کوئی لڑکی اتنی محبت سے پیش آتی ہے تو میراں ڈوبنے لگتا ہے۔“

”نہوں... نہوں... اُدھ جھک کر اسکی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔“ کیا کوئی چوتھے دل پر!“

”اوہ موئی مونئی قطرے عمران کی آنکھوں سے ڈھلک گئے۔“

”اُرے... اُرے... ایٹھیٹ... تم پاگل بننے آئے ہو... قہقہے لگاؤ... آنسو تو اس

کیا کی چجزیں... جہاں انسانیت اور رحم دل کا پرچار کیا جاتا ہے۔“

”مران نے رومال سے آنسو خلک کئے اور بھرائی ہوئی آواز میں یو لا۔“ تمہاری بات میری

مجھے میں نہیں آتی!“

”میں تم ایمان وار لوگوں کی دنیا کی بات کر رہی ہوں... جہاں دن رات انسانیت اور رحمی

کا پرچار ہوتا ہے۔“

”اُچھا... اُچھا... لیکن کیا اچھا!“ نبہ تو اب بھی میری کچھ میں نہیں آتی!“

”بات سمجھنا چاہئے ہو تو سنو... یہ اس سکھنے کی بات ہے جب میں پاگل نہیں تھی۔ نواب

شوکے بڑے بیٹے نے مجھے چاہا اور اپنے بیاپ کی مرضی کے خلاف مجھ سے شادی کی پھر ایک غلط

لئی کیا پر مجھے طلاق دے دی... میں لاکھ بادر کرانے کی کوشش کرتی رہی کہ وہ حالات کو غلط

کھاگا ہے لیکن اس نے ایک نہ سن...! میں مدھب سے بھی بے گناہی کے سلسلے میں دلائل لائی۔“

”ڈاکٹر ہی کو طلب کرو... مہاپاگل....!“ باوی نے سکرا کر کہا۔

”نہیں.... اب میں چاہتا ہوں کہ وہ مر ہی جائے.... حرام خوروں کا وجود بروداشت کرنا اب میرے بس سے باہر ہے!“

”چچا جان.... وہ دو گھنے سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا!“ عمران نے شرمندگی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”بن اب تم چلہی جاؤ یہاں سے....!“

”مہاپاگل یہ بھی پاگل بننا چاہتا ہے....!“ باوی بول پڑی۔

”یہاں مکاروں کی ضرورت نہیں ہے!“

”آپ میرے خلوص کی توپیں کر رہے ہیں!“

”بکواس بند کرو.... چل جاؤ!“

”بہت بہتر....!“ عمران جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کرتا ہوا بولا۔ ”بڑے پاگل بننے پھرتے ہیں چار سو بیس....!“

”پھر وہ واپسی کے لئے مڑا ہی تھا کہ باوی نے دوڑ کر اُس کی کمر خام لی اور نواب شمسوں بولی۔ ”مہاپاگل اگر یہ اس طرح واپس چلا گیا تو پھر ہم میں اور صحیح الدماغ لوگوں میں فرق ہی کیا رہے گا۔ میں اسے پاگل بنانے جا رہی ہوں!“

”میں کچھ نہیں جانتا.... تم بھی دفع ہو جاؤ!“ نواب شمسوں نے پیر پیچ کر کہا۔



باوی عمران کو دوبارہ اسی ہال میں لا لی۔ اب یہاں بالکل سنا تھا۔ اسارے پاگل موجود تھے لیکن اس طرح سرڑا لے پڑے تھے جیسے سب کی رو جیں قص عضری سے پرواز کر گئی ہوں۔

”کیا یہ سور ہے ہیں....!“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں نئیش میں ہیں.... راکٹ....!“

”راکٹ.... کیا....?“

”نشہ آور کپسول....!“

”کیا یہ بھی شرط ہے پاگل پن کی....!“

نظریں پیش کیں.... لیکن سب بے سود.... اس شادی کی بناء پر مجھے اپنے گھروں کو بھی چھوڑنا پڑا تھا۔ نواب شمسوں کی طرح وہ بھی اس کے حق میں نہیں تھے۔ طلاق کے بعد انہیں مزدھانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ نواب شمسوں بھی ان حالات سے لامم نہیں تھے۔ طلاق کے بعد انہوں نے مجھے محل میں طلب کیا۔ اس دن مجھے معلوم ہوا کہ وہ کس پانے کے آدمی ہیں۔ مجھ سے اُن کی نفتر رحم ولی میں تبدیل ہو چکی تھی.... انہوں نے مجھے ملازمت کا آفر دیا اور میں ان کی سیکریٹری کی حیثیت سے محل ہی میں رہنے لگی۔ وہ سالہا سال سے محل میں تھا۔ ہنے آئے تھے خاندان والوں سے ان کی بھی نہیں بنتی۔ وہ سب شہر کے دوسرے حصے میں رہتے ہیں۔“

وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔ عمران کے چہرے پر بکھری ہوئی حماقت کچھ اور زیادہ گھری ہو گئی تھی۔ ظاہر وہ باوی کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا لیکن اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اُس کے چہرے کا بغور جائزہ لے رہی ہے۔

دفعتہا دہ بولی۔ ”یقین نہیں آتا!“

”کس بات پر....!“ عمران بھی چونک پڑا۔

”یہی کہ تم پولیس انفارمر بھی ہو سکتے ہو!“

”لوگوں نے خواہ مخواہ بدنام کر دیا ہے۔ بات یہ ہے کہ میرے ڈیڈی ملکہ سراج رسانی کے ڈائریکٹر جzel ہیں اس لئے پولیس آفیسرز سے میری یاد اللہ ہو گئی ہے۔ بُن اتنی کی بات ہے جسے لوگوں نے افسانہ کر دیا ہے!“

”مگر تم بہت طاقت ور ہو.... چیتا خود کو روکیں توں کہتا ہے.... میں نے نہیں دیکھا کہ اسے کبھی کسی سے غائب نہیں کھاست کھائی ہو۔ نواب صاحب بھی حرمت سے گنگ ہو کر رہ گئے میں!“

دفعتہا پشت سے نواب شمسوں کی گرج دار آواز سنائی دی۔

”عمران اُسے ہوش میں لاو.... ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔“ وہ دونوں چونک پڑے تھے۔

”کسی ڈاکٹر کو بلا یئے.... پیچا جان.... میں اس سلسلے میں کیا کر سکوں گا۔ اویسے اُس سے کہ دیکھ کے اگر نکریں ہی بارے کا شوق ہے تو چیتے کی کھال کی ٹوپی کے نیچے آہنی خود بھی مہیا کرے۔“

”بہت زیادہ غرور اچھا نہیں ہوتا!“

عمران نے لاپرواہی ظاہر کرنے کے لئے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگ۔

”نہ میں نشرت آور اشیاء استعمال کرتی ہوں اور نہ مہاپاگل...!“
”تب تو تمہیک ہے... میں ویسے ہی عاصِ غلام رہتا ہوں... اگر راکٹ پر سوار ہو گیا تو تم جنت الفردوس ہی میں مل سکوں گا!“

”تم واقعی بہت عجیب ہو...! چھٹے کے سر پر بھی خالمانہ ٹکریں نادی تھیں وہ اس بھولے پھرے کو زیر بخوبی دیتیں...؟“

”تم پڑتے نہیں کہیں ہاتھ کرتی ہو... میری تو سمجھ میں نہیں آتیں!“ عمران پھون کی طرح ٹھکارا
”تب تجھ بخوبی تادو... کیوں آئے تھے...؟“

”مجھے دیکھی ہے تم لوگوں سے پولیس انفارمر کی حیثیت سے ہرگز نہیں آیا تھا!“
”مہاپاگل کا خیال ہے کہ تم نہیں کسی شیر ملکی تحریک سے وابستہ بھجتے ہو!“

”اُرے قوبہ قوبہ... لا خول ولا...!“ عمران دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ پیشتا ہوا بولا۔
”اور یہ خیال اس غزال کی بناء پر ہے جو اسی سنائی گئی!“

”اُرے وہ تو ایسا ہی اوٹ پینگ آدمی ہے... ہمیشہ بے موقع شعر سناتا ہے؟“
”بہر حاس میں بھی اسے محض اتفاق سمجھنے پر آمادہ نہیں!“

”بس تو پھر تمہیں یقین دلانا میرے بس سے باہر ہو گا... کیونکہ عورت بھی ہو اور بامی بھی!“
”وہ کچھ نہ بولی... تھوڑی دیر تک دونوں ہی خاموش رہے... پھر عمران نے ہلہ ”تم مجھے پاگل بنانے لائی تھیں!“

”جاوہ... کل آنا... آج تقریب نہیں ہو سکے گی... کیونکہ یہ سب غالباً ہو گے ہیں!“
”عمران نے جیب سے چیزوں گم کا پیکٹ نکال کر پیش کیا جو شکریے کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔



ای رات کو استاد اپنی دوکان بڑھا رہے تھے کہ ایک لمبی سیاہ رنگ کی کار فٹ پاٹھ پر آگئی۔
استاد اس کی طرف پوری طرح متوجہ بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ کار کا دروازہ ٹکڑا اور ایک شعلہ روغیر ملکی لڑکی کھٹ کھٹ چلتی ہوئی ان کے سر پر مسلط ہو گئی۔
”تم سونا ٹم ناجوہی ہائے...!“ اس نے استاد سے سوال کیا اور استاد ہکا بکارہ گئے کہ ان کی شہر سفر ملکیوں تک بھی پہنچ گئی ہے۔

”جح... جی... ہاں غریب پرور...؟“

”ہم گریب پرور نہیں... مسٹکوو اے...!“

”جح... جی بہت اچھا...!“

”ہم تم کو اپنا ہاتھ د کھانا سلتا!“

”ضرور... ضرور... بسم اللہ...!“

”اُدھر نہیں... تم ہمارا کو بھی چلنا ملتا!“

”ضرور ضرور... چلے گا میم صاحب...!“ بس میں ذرا اپنا سامان سامنے والی دوکان میں

رکھ دوں!“

”راکھ دو... ہم اُدھر کھرا ہے!“

”استاد نے جھپٹ کر سامان دوکان میں رکھا اور لمبے ڈگ بھرتے ہوئے گاڑی تک آئے

اور اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر ڈرائیور کے برادر بیٹھ گئے... لیکن جیسے ہی ڈرائیور پر نظر پڑی

اک بار پھر بولا کھلاہٹ میں بتا ہو گئے کیونکہ وہ بھی سفید بالوں والی ایک لڑکی ہی تھی۔ امڑ کرو یکھا

و بھیل سیٹ پر بھی تین لڑکیاں ہی موجود تھیں۔

استاد کبھی ڈاڑھی پر باتھ پھیرتے اور کبھی ناخنوں سے ڈانٹوں میں خالا کرنے لگتے تھے۔

گاڑی حرکت میں آئی اور استاد رسلی آذوں کے طوفان میں بچکو لے کھانے لگے کبھی کبھی

وہ بھی منہ بند کر کے آواز سے ہنسنے کی کوشش کرتے غالباً ان لڑکیوں پر جتنا چاہتے تھے کہ وہ

انگریزی سے نابلند نہیں ہیں... حالانکہ ”عرباً“ اور ”فارسَا“ کی طرح ان کی ایک ایجاد ”انگرِ رَا“

گی تھی ظاہر ہے اگر انگریزی ان کے لئے حلوب ہوتی تو ”انگریزِ اپکانے“ کیوں نہیں۔

گاڑی کی رفتار اتنی کم تھی کہ وہ لڑکیاں جلدی میں بھی نہیں معلوم ہوتی تھیں۔ پھر ایسا لگتا

چاہیے وہ یونہی بے مقصد گھروں سے نکل آئی ہوں۔ کیونکہ گاڑی بس شہر کی سر کوں اور گلیوں

میں ریگتی پھر رہی تھی۔ اتنی کم رفتار پر ریگناہی کہیں گے۔

چوکہ آج ہی ایک محبتو الحواس لڑکی کے ہاتھوں استاد کی سڑاچا ہو چکی تھی اس لئے وہ اس

سورت حال پر کسی قدر بے اطمینانی کا شکار ہو گئے تھے۔

سوچ رہے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔ گاڑی سے اتر کر بھاگنے سے تو رہے۔ اب یہ بھی

نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ بچ مجھ نجومی نہیں بس پیٹپال رہے ہیں کسی طرح...!

اچانک ایک جگہ گاڑی ایک بڑی عمارت کی کپڑاٹ میں داخل ہو کر سیدھی عمارت کی طرف بڑھتی چل گئی اور پھر وہ عمارت میں گھس پڑی۔ استاد سمجھے شائد گیر اج میں اتنا پڑے گا۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا اور محسوس کیا جیسے گاڑی اندر داخل ہو جانے کے بعد چانک خود بند ہو گیا ہو۔ ان کا دل تیری سے دھرنے لگا لیکن خا نجوا مسکراتے رہنے کی کوشش کرتے رہے۔

وفتاڈ رائیو کرنے والی لڑکی نے انہیں گاڑی سے اترنے کا اشارہ کیا۔

”بچ... بچی... بہت اچھا...!“ استاد کی پیاتی آواز میں بولے... اور گاڑی سے اتر گئے یہ ایک بہت بڑا ہاں تھا... چاروں لڑکیاں بھی اتر آئیں۔

ان میں سے دو آگے بڑھیں اور انہوں نے استاد کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔

”بچ... بچی... مطلب یہ کہ میں مسلمان آدمی ہوں... اور آپ نا محروم... خدا کے لئے اس طرح نہ پکڑیے...!“ استاد گھٹھیاے...!

یک بیک ان میں سے ایک بڑی صاف اور شستہ اردو میں بولی۔ ”ذرو نہیں ہم تو تمہارے متعلق اس حد تک جانتے ہیں کہ ایک بار عورتوں نے تمہیں قالین میں پیٹ دیا تھا۔!“

”جھوٹ بالکل جھوٹ... اس سالے مکرانی نے بتایا ہوگا۔!“

”ہم کسی مکرانی کو نہیں جانتے۔!“

”تو پھر یامیں بھائی نے بتایا ہوگا۔!“

”بچ نہیں... ہم کسی یامیں بھائی کو بھی نہیں جانتے۔!“

”تو پھر آپ نے اخبار میں پڑھا ہوگا... اکثر مجید لاہوری ایسی باتیں چھاپ دیا کرتے تھے... اللہ بخش سیر ابرا خیال کرتے تھے۔!“

”ہم اردو کے اخبار نہیں دیکھتے۔!“

”وکھا کیجئے...! ایمان تازہ ہوتا ہے... ایک صفحہ پر درس قرآن پڑھئے اور دوسرے صفحہ پر سینماکی نشیج چھپکیوں کی تصویریں بھی دیکھ لجھے۔!“

”لے چلوں کو...!“ وہی لڑکی غرائی۔

”لک کہیں دو رنہ لے جائے گا...!“ استاد کی بوکھلاہٹ قابل دید تھی۔

وہ انہیں گھیرے میں لئے ہوئے ہاں سے متصل ایک کمرے میں داخل ہوئیں جہاں عجیب تھم کا فریضہ نظر آیا... کسی طرف نظر ہی نہیں ظہرتی تھی۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں مختلف قسم کی روشنیوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہ ہو۔ ”بیٹھ جاؤ...!“ ایک لڑکی نے استاد کو ایک کرسی میں دھکیتے ہوئے کہا۔

”کرسی بے داغ فولاد کی معلوم ہوتی تھی... استاد ڈر رہے تھے کہیں اس میں بھلی کا کرنٹ موجود ہوا۔ لئے بیٹھے تو فور آہی جخ مار کر ہٹھے بھی ہو گئے۔

”لیا بات ہے...!“ اردو میں کھنکتو کرنے والی لڑکی نے انہیں گھوڑ کر پوچھا۔ ”کرنٹ مار دیا...!“ استاد گزر گڑا تھے۔

”احمق... یہ دیکھو...!“ اس لڑکی نے کہا اور استاد کو ایک طرف ہٹاتی ہوئی خود کرسی پر بیٹھ گئی... پھر یوں ”اچھا سامنے والی کرسی پر بیٹھ کر لڑکیوں کے ہاتھ دیکھو اور مجھے بتاؤ کہ ان کی تقدیریں کیسی ہیں۔“

استاد نے بے چون وچرا قلمی کی یعنی سامنے والی کرسی پر جا بیٹھے۔ لڑکی نے ایک کوشاہہ کیا کہ وہ انہیں اپنا باتھ دکھانے۔

استاد نے اس کا باتھ اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہیں کی بلکہ دور ہی سے ناک بھوں پر زور دیتے رہے۔

”آپ کا ستارہ جوں میں ٹھیک ہو جائے گا۔!“ کچھ دیر بعد بولے۔ ”فی الحال کیا خرابی ہے...!“

”جی بس... ایک موٹی سی عورت نے ان پر کچھ کر دیا ہے۔!“ ”ہائیں... کچھ کر دیا ہے... میں مطلب نہیں سمجھی۔!“

”جی کچھ ان کے خلاف دعا تو عویز ہوئی ہے۔!“ ”یہ کیا چیز ہوتی ہے۔!“

”جی کیا آپ کے ہاں انگریزی میں نہیں ہوتی۔!“ ”معلوم نہیں تم کیا بکواس کر رہے ہو۔!“ ”صاحب یہ علم ہے... علم دریا۔... اس کا کوئی اور چھور نہیں ہے۔ ہندوستان میں کچھ

ہے انگلستان میں کچھ ہے اور اس سینے میں کچھ اور ہے۔ ”استاد سینے پر ہاتھ مار کر بولے۔
”یہ بتاؤ اس کی شادی کب ہو گی۔!

”شش شادی..... جی شادی تو کبھی نہیں ہو گی کیونکہ یہ صرف محبت کرنے کی قائل ہیں۔!
”کمال ہے....!“ لڑکی اچھل پڑی اور آنکھیں چھاڑ کر استاد کو گھورنے لگی۔!

”کیوں ہے نہ سمجھی بات....!“ استاد نے قہقہہ لگای۔

”اچھا ب میرا ہاتھ دیکھ کر بتاؤ کہ میں تمہیں قتل کر سکوں گی یا نہیں۔!“ لڑکی نے اپنا ہاتھ
آگے بڑھاتے ہوئے سفا کانہ لجھ میں کہا۔

”ارے کیوں.... ہی ہی.... آپ مجھے قتل کریں گی.... مجھ غریب کو....!

ٹھیک اسی وقت ایک مرد کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر اتنی گھنی ڈاڑھی اور
موچھیں تھیں کہ دہانہ غائب ہو کر رہ گیا تھا۔ آنکھوں پر تاریک شیشے کی عینک تھیں۔

اسے دیکھتے ہی لڑکیاں سبھے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ گئیں۔ استاد بوكھاہٹ میں پہلے ہی
کھڑے ہو چکے تھے۔

”بیٹھ جاؤ....!“ اجنبی غرایا۔... یہ دیکھی ہی معلوم ہوتا تھا۔ پھر وہ لڑکیوں کی طرف مڑا اور
انہیں باہر جانے کا اشارہ کیا۔

استاد اب بھی کھڑے تھے اور ان کی تانگیں بڑی طرح کانپ رہی تھیں۔ دغتا انہوں نے
گڑگڑانا شروع کیا۔ ”جناب عالی۔... یہ لوگ مجھے زبردستی پکڑ لائی تھیں۔!

”خاموش رہو.... اور بیٹھ جاؤ.... آج تم نواب شمس الدین کے یہاں کیوں گئے تھے۔!
اجنبی نے خون خوار نظر وہ سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”حضور عالی.... وہاں بھی مجھے زبردستی لے جایا گیا تھا۔!
”کون لے گیا تھا۔!

” عمران صاحب....!

”کیوں لے گیا تھا....!

”انہوں نے کہا تھا پاگلوں کی انجمن تم نے اپنے نام سے رجسٹر کرائی تھی۔ یہ نواب شمس
الدین کون ہوتے ہیں اس نام کو استعمال کرنے والے۔ میں نے کہا میں ان بکھریوں میں نہیں پڑنا

چاہتا۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم نے قانونی کارروائی کی دھمکی دے دی تو نواب صاحب سے کم از کم
دوسرا بڑا روپے ضرور مل جائیں گے۔!

”عمران کون ہے....!

”شہر کے ایک رکیں زادے ہیں۔!

”کیا کرتا ہے....!

”پس نے تو نہیں ہمیشہ عیش ہی کرتے دیکھا ہے۔!

”نواب شمسو کو تم نے کوئی غزل سنائی تھی۔!

”بھی ہاں.... جی ہاں.... کیا آپ کی خدمت میں بھی پیش کروں۔!

”ضرور.... میں ضرور سنوں گا۔!

استاد نے غزل شروع کر دی۔... وہ بغور سنتا رہا۔... غزل کے اختتام پر ہنس پڑا اور استاد کی
جان میں جان آئی۔ لہذا اب یہ ضروری ہو گیا تھا کہ ان کے دانت بھی نکل پڑتے۔

”کیا یہ غزل تم نے خود کہی ہے۔!

”عالی جاہ....!“ استاد نے سینہ تان کر کہا۔

”کواس ہے....!“ تمہارا تو ایک مصرع بھی وزن میں نہیں ہوتا۔!

”جی میں نے ڈاک خانے میں وزن کرایا تھا اس غزل کا۔!

”بکومت....“ اجنبی دہڑا اور استاد سہم کر بولے۔ ”عالی جاہ میری بھی تو سنتے.... جی
ہاں.... یہ غزل مجھے عمران صاحب نے رئائی تھی اور کہا تھا کہ جب میں کہوں تم یہ غزل نواب

صاحب کو سنادیں۔! تو جناب عالی جب انہوں نے کہا تو میں نے غزل سنادی۔!

”تم وہاں سے چلے کیوں آئے تھے۔!

”اب یہ پوچھ کر مجھے شرمندہ نہ کیجھے جناب عالی....!

”کیا بات ہے صاف صاف کہو....!“ اجنبی غرایا۔

”ایک پا گل لڑکی نے مجھے نوج کھوٹ ڈالا تھا....!

”عمران کیوں رک گیا تھا....!

”شائد وہ بھی پا گل بننا چاہتے تھے۔!

ہگ لگائی تھی۔

”سیا خیال ہے۔“ صدر نے سر گوشی کی۔

”اندھیرے میں خیال بھائی نہیں دے رہا!“

”آخر یہاں کرنا کیا ہے....!“

”لیٹھ رہو.... چین سے.... اور اس نیلی روشنی کو تکتے رہو.... جو سامنے والی عمارت کی کھڑکی میں نظر آ رہی ہے!“

صدر طویل سانس لے کر رہ گیا.... آج سر شام عمران اس سے ملا تھا اور تاکید کی تھی کہ سوت کے نیچے تیر اکی کا لباس پہن کر دس بجے شب کو اس کا منتظر رہے۔

پھر دس بجے وہ دوبارہ آیا تھا اور دونوں گھر سے روانہ ہو کر یہاں پہنچے تھے۔

سوت کے نیچے تیر اکی کے لباس کی موجودگی کا بھی مطلب ہو سکتا تھا کہ کام کے کسی نہ کسی اٹھ پر تیر اکی ضرور ہو گی۔

”کیا مجھلیاں پکڑنی ہیں....!“ صدر نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”بھی نہیں آپ صرف ریو اور پکڑے رہیں ہیں....!“ عمران بولا۔ ”میں پانی میں اتروں گا اور آپ بھی احتیاط سومنگ ڈر لیں میں آجائیے....!“

”کیا آپ سوت اتار چکے ہیں....!“

”جی ہاں.... اللہ کا شکر ہے کہ اندھیرے کی وجہ سے آپ نجھے تیر اکی کے لباس میں نہیں دیکھ سکتے!“

صدر اسی طرح لیئے لیئے سوت اتارنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ صرف تیر اکی کے لباس میں تھا اور ریو اور کے دستے پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔!

”تیار ہو....!“ کچھ دیر بعد عمران نے پوچھا۔

”بالکل....!“

”اچھا تو پھر میں چلا....!“ عمران نے کہا اور صدر نے اس کے پانی میں اترنے کی آواز سنی۔!

رات خوش گوار تھی.... لیکن مطلع غبار آلوہ ہونے کی بنا پر تاروں کی چھاؤں مفقود تھی۔!

صدر پوری ہوشیاری سے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑے جا رہا تھا۔ اسے علم نہیں تھا کہ

”وہاں سے آنے کے بعد کب ملا تھام سے۔!“

”بھی اب ان کا منہ بھی ہے مجھ سے ملنے کے لئے۔!“

”کیا مطلب....!“

”مطلوب....! اسے میری عزت خاک میں ملوادی.... میں نادر شاہ درانی کے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں.... اب کبھی ملے گا تو بتاؤں گا۔!“

”خیر چھوڑو.... ہاں تو تم بھوی ہو۔!“

”جناب عالی....!“

”میرا ہاتھ دیکھ کر بتاؤ کہ اگلے چھ ماہ کیسے گذریں گے۔!“ اس نے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔ استاد کچھ دیر تک خاموشی سے اس کا ہاتھ دیکھتے رہے پھر بے حد خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولے ”اگلے چھ ماہ آپ کے عروج کے زمانے میں شامل ہیں آپ لندن جا کر ملکہ معظمه سے ہاتھ ملائیں گے۔!“

”مجھے ملکہ معظمه سے کوئی دلچسپی نہیں۔!“

تو پھر وہ خود ہاتھ ملانے یہاں آئیں گی.... ملکہ سے ہاتھ ملانا مقدر ہو چکا ہے۔ چاہے جیسی ہو۔!

”یہ تو بڑی اچھی خبر سنائی تم نے.... اچھا.... یہ لو....!“ اس نے پرس سے سور و پے کا ایک نوٹ نکال کر استاد کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”شکریہ جناب عالی....!“ استاد نے نوٹ اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

”عمران سے اس ملاقات کا ذکر نہ کرنا.... یہ لوچاں روپے اور رکھو....!“

”زندگی بھر جناب کو دعا دیتا ہوں گا۔!“

”اچھا بس اب جاؤ.... اس کرے سے نکلو گے توہاں میں تمہیں ایک گاڑی تیار ملے گی.... چپ چاپ بیٹھ جانا.... ڈرائیور تمہارے اوپرے پر تمہیں چھوڑ دے گا۔“



رات تاریک بھی تھی اور نہش آبادیا ”پاگل نگری“ کی نظاہر سکوت طاری تھا۔ عمران اور صدر اسی تالاب کے کنارے زمین پر اونڈھے پڑے تھے جس میں پاگلوں نے

رات گئے تیرا اکی کے اس شوق کے پیچے کس قسم کے حالات ہیں۔

اس نے دیر سے سگریٹ نہیں پیا تھا... خواہش شدید تھی لیکن وہ سگریٹ سلاکنے کی ہر نہ بکر سکا... ایسے موقع پر جب حالات سے کاہقہ آگاہی نہ ہو وہ ہمیشہ مختاط رہتا تھا۔

اوہا گھنٹہ گزر گیا لیکن حالات میں کوئی ایسی تبدیلی نہ ہوئی جس کی بناء پر صدر کو ہاتھ پر ہلانے پڑتے... چپ چاپ لیٹا رہا!

پھر دفاتر عمران کی سرگوشی سنائی دی۔ "اب کپڑے پہن لو کام بن گیا...!"

"لکتے پوٹکا ہو گا انداز...!" صدر نے خوشدنی کا مظاہرہ کیا۔

"مگر چل کر قول لیتا...?" بواب ملا۔

چھوڑی دیر بعد ان کی گاڑی شاہراہ خاص پر جا رہی تھی۔ صدر ڈرائیور کو ہاتھ اور عمران ان کے پہلو میں بیٹھا اونگھ رہتا۔

"کیا آپ کوش تجھ کہوں...!" صدر جمک کر اس کے کان میں بے آواز بلند بولا۔

عمران چونک پڑا اور بوکھلائے ہوئے لہجہ میں کہنے لگا۔ "آج معلوم ہوا کہ رات کو پانی کا پھر پھر کم ہو جاتا ہے۔"

"یہ بات آپ مجھ سے معلوم کر سکتے تھے۔ اس درودسری کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں خود مشاہدہ کرنا چاہتا تھا... ابھی کل ہی تجربہ کیا تھا کہ اگر کہیں مر جیں لگ جائیں تو کس ڈگری کی جلن ہوتی ہے؟"

"اس خدا کے لئے خاموش رہئے...!"

"تم بھی تجربہ کر سکتے ہو! پس ہوئی مر جیں ہر وقت جیب میں رکھتا ہوں۔!"

وفتنائرا نسیم پر اشادہ موصول ہوں۔ عمران نے ڈلش بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھا کر ریسیور نکالا۔

"میلو...!" اس نے ماٹھ پیس میں کہا۔

دوسری طرف سے بلیک زیر دیکی آؤ آئی وہ اسکی سی پچھی سی پچھی سی آواز میں بول رہا تھا۔

"تجویی کو چار لڑکیاں ایک گاڑی میں لے گئی تھیں.... گریٹر روڈ کی عمارت بی الیون میں گاڑی داخل ہوئی تھی۔... پچھر دیر بعد تجویی دوسرا گاڑی میں باہر نکلا... اور گاڑی اسے اس کے اڑے کے قریب چھوڑ کر پھر "بی الیون" کی طرف واپس چلی گئی۔"

"بی الیون سے متعلق معلومات۔!" عمران ماٹھ پیس میں بولا۔

"صدیقی اور نعمانی اس کے بارے میں چھان بین کر رہے ہیں۔!"

"آل رائٹ... شاپ...!" عمران نے کہہ کر ریسیور پھر ڈلش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔

صدر بائیس ہاتھ سے سگریٹ سلاکا رہتا۔

عمران نے اس سے کہا۔ "اب مجھے میرے فلیٹ تک پہنچا دو!"



دوسری صبح عمران پھر شس محل جا پہنچا... لیکن اس وقت وہ بہت ہی پائیکار قسم کے

پلاٹک میک اپ میں تھا۔ اور حلیہ پیوں جسما تھا۔ سینے پر ایک سالخور دہ مینڈولین لک رہا تھا۔

تواب ہمسوں تک پہنچنے سے پہلے چیتے سے مدد بھیڑ ہوئی ضرورتی تھی... لہذا ہوئی اور عمران

بڑی لاپرواں سے کہا۔ "ابے او بلے میں مہاپاگل سے ملنا چاہتا ہوں...!"

"بلے...!" وہ غریا۔ "میں چیتا ہوں بلا نہیں...!"

"ہو گا کچھ... کہہ دے مہاپاگل سے کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔!"

"تم کون ہو....!"

"جمحاپک...!"

"کیوں ملنا چاہتا ہے...?"

"اج ہجن میں شرکت کے لئے...!"

"آج موقع نہیں ہے۔"

"موقع نہا لو... ورنہ ہم پھر ہنالو... واپس چلے جائیں گے۔"

"ہنالو...!" چیتا جمل پڑا۔

"ہاں... کیا تم نے یہ نام پہلے کبھی نہیں سنایا۔"

"چین میں لو لو سے ڈرتا تھا...!"

"جلدی کرو...!"

"اچھا تھیہ و... میں دیکھتا ہوں...!"

وہ اندر چلا گیا... اور عمران جھوم جھوم کر مینڈولین پر ایک اگر بیزی دھن بھانے لگا!

چیتا جلد ہی واپس آگیا اور خود بھی اس دھن میں جھومنے لگا۔۔۔ وہ منٹ تک دونوں مو سیقی کی لہروں میں بہتے رہے اس کے بعد اچانک عمران معاشر والا ہاتھ روک کر بولا۔ ”میں یہاں کیوں آیا تھا۔۔۔!“

”مجھے یاد نہیں۔۔۔!“ چیتے نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”یاد کرو ورنہ ساری دنیا تباہ ہو جائے گی۔۔۔ میں انگریزی وضع کا مجبوب ہوں ابھی تمہاری اے بی ڈی کر کے رکھ دوں گا!“

”یہ کیسے ہوتی ہے۔۔۔!“

”اپنے کپڑوں سے جو میں نکال کر تمہیں زبردستی کھلاوں گا!“

”دیکھو ایسی باتیں نہ کرو۔۔۔ کہ مجھے تھے ہو جائے!“

”ہمیں توجہ بھوک لگتی ہے ہم یہی کھاتے ہیں۔!“

چیتے کو اب کافی آئی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ پیٹتے ہوئے کہا ”مہاپاگل اس وقت نہیں مل سکتے!“

”کون مہاپاگل۔۔۔!“

”جن سے تم ملنے آئے تھے۔!“

”میں کسی سے ملنے نہیں آیا تھا۔۔۔!“

”تو پھر چلتے پھرتے نظر آؤ۔۔۔ بہتر یہی ہے کہ ہاں میں جا کر دوسرے پاگلوں کے پاس بیٹھو۔۔۔! باولی بھی دیں ہے۔!“

”کون باولی۔۔۔!“

”مہاپاگل کی باولی۔۔۔!“

”کتنی بڑی ہے۔!“

”جو ان ہے۔!“

”اچھی بات ہے مجھے ہاں کا راستہ دکھاؤ۔!“

چیتا باسیں جاتے ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”سید ہے چلے جاؤ۔ سیاہ رنگ کے پردے والے دروازے میں داخل ہو جانا۔۔۔!“

عمران مینڈولین بجاتا ہوا بہل میں داخل ہوا تھا۔۔۔ ڈائس پر اسے نواب شمسو کی سیکرٹری نظر آئی۔ وہ خاموش بیٹھی تھی اور دوسرے پاگل اپنی اپنی ڈھن میں مگن شور و غل میں اضافہ پر اضافہ کرتے چلے جا رہے تھے۔ عمران کے مینڈولین کی آواز دب کر رہ گئی۔

دفتارہ ہاتھ اٹھا کر چینتے آگا۔ ”سنلو گو سنو۔۔۔!“ میں سند باد جہازی ہوں تمہیں اپنی سیاحت کی داستان سناؤں گا۔!“

دفتارہ باولی اپنی جگہ سے اٹھی اور عمران کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

”تم کون ہو۔۔۔!“ اس نے اسے گھوڑتے ہوئے پوچھا۔

”پاگل۔۔۔ ہنالوں سے آیا ہوں۔۔۔!“

”بہتر ہو گا کہ دیں واپس جاؤ۔۔۔!“

”یہاں کے پاگل پن کا سروے کرنے آیا ہوں۔۔۔!“

”تو حکومت سے مدد چاہو۔۔۔ یہاں کیا رکھا ہے۔!“

”تم رکھی ہواں سین لڑکی۔۔۔!“

”پاگلوں کی نظر میں حسن کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ تم کوئی بہرو پے ہو۔!“

”اگر کوئی اتنا ہوش مند ہو کہ روپ اور بہروپ میں فرق کر سکے تو اسے پاگل کون کہے گا۔!“

”ہم تو تفریح پاگل ہیں۔!“

”نجیدگی سے کون پاگل ہوتا ہے۔!“

”بہت چوب زبان ہو۔۔۔! اب ہم اجنبیوں کو انجمن میں شامل نہیں کرتے۔!“

”اگر میں کسی بہت بڑے پاگل کی سفارش لاوں تو۔!“

”تب یہ مسئلہ قابل غور ہو سکتا ہے۔!“

”تمہارا نام۔۔۔!“

”جھاپک۔۔۔!“

”عجیب نام ہے۔۔۔!“

”پاگلوں کے لئے کوئی چیز عجیب نہ ہوئی چاہئے۔!“

”مہاپاگل سے انزو دیوے بغير تم انجمن میں شامل نہیں کئے جاسکتے۔!“

”میں نے تو چاہا تھا لیکن انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا۔“

”تم میرے ساتھ چلو...!“

”ضرور چلو...! میں جلد از جلد اپنی خواہش کی محیل چاہتا ہوں۔!“

”تمہارا تعلق محکمہ سراج رسانی سے تو نہیں۔!“

”میرا تعلق میرے اپنے محکمے سے ہے۔!“

”تمہارا محکمہ...!“

”بے سر و پا...!“

”چلو...!“ وہ صدر دروازے کی طرف اشارہ کر کے بولی۔ کچھ دور چلنے کے بعد باوی نے

اُس سے پوچھا۔ ”کیا تم بھی نشر کرتے ہو۔!“

”نشر کرتا ہوں...؟“ وہ چلتے چلتے رک کر ابے گھورنے لگا۔

”میں ہنالوں کی بات کر رہی تھی یہاں کے پاگل تو کچھ دیر کے لئے یہ بھی بھول جانا چاہتے ہیں کہ وہ پاگل ہیں... لہذا طرحِ فرشتات استعمال کرتے ہیں۔!“

”اچھی لڑکی پاگل پن بجائے خود ایک نشر ہے... پھر چند لمحوں کے لئے جھوٹے نشوں سے کیا فائدہ... نہیں میں فرشتات کا عادی نہیں ہوں۔!“

”کیا ہنالوں میں ایسی ہی صاف اردو بولی جاتی ہے۔!“

”میرے پردادا ہندوستانی تھے... پردادا سیت ہنالوں تشریف لے گے اور اس بات کا خاص خیال رکھا کہ ان کے بے اور سے نابدہ رہنے پائیں۔!“

”خوب...!“

رہائشی حصے کے قریب پی ر پھر چیتے سے مہبیز ہوئی لیکن وہ دروازے کے سامنے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔

باذلی عمران کو اس کرنے میں لائی جہاں پچھلے دن چیتے نے دودھاٹھ ہوئے تھے۔

آج بھی یہاں پچھنے ہی دن کی سی ابتری اور بے ترتیبی نظر آئی۔

”یہاں بیٹھو...! میں مہاپاگل کو تم سے ملنے پر آمادہ کرنے جا رہی ہوں۔!“

عمران اچک کر مینٹل چیل پر جا بیٹھا اور باوی میں پڑی۔

”بُرَتْ مناسِبْ جَكَهْ ہے....!“ عمران نے کہا اور مینڈوں بن جانے لگا۔

بیاوی چلی گئی دس منٹ بعد واپس آئی تو عمران کو بدستور مینڈوں سے الجھا ہوا پیا۔

”کچھ دیر بعد مہاپاگل تم سے مل سکتے گے۔ اُنی الحال تم میرے سوالات کے جواب دو۔!“

پاکی نے کہا اور کاپی پھنس سنبھال کر بیٹھ گئی۔

”کرو سوالات...!“ عمران مینڈوں کا بیچھا چھوڑتا ہوا بولاتے ہیں۔

”نام...!“

”جماعت...!“

”قومیت...!“

”ہمالوی...!“ مذهب اسلام...!“

”نام سے تو مسلمان نہیں معلوم ہوتے... جماعت کا کیا مطلب ہے۔!“

”ناہوں میں کیا رکھا ہے... جب اعمال مسلمانوں کے سے نہیں تو ناموں کو کیوں بد نام کیا

جاتے... محمد علی نام رکھ کر غلط کے ذہر پر کیوں بیٹھوں۔!“

”کیوں بیٹھے ہو غلط کے ذہر پر اٹھ جاؤ۔!“

”انھنا چاہتا ہوں لیکن پڑو سی کر تھام لیتا ہے... تم جاتی ہی ہو کہ اسلام نے پڑو سی کو کیا

لے دیا ہے۔!“

”چرب زبانی کے ماہر معلوم ہوتے ہوں۔!“

”اس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔!“

”تم آخر ہو کوں...؟“

”جماعت ازم کا بانی... کفر و اسلام دونوں سے الگ...!“

”یہ جماعت ازم کیا چیز ہے...!“

”کفر و اسلام کا مرکب... تاکہ کسی کو بھی کوئی شکایت نہ ہو۔!“

”میں نہیں سمجھی...!“

”زبان سے اللہ اللہ کرتے رہو... اور اس کے وجود کو دروغ مصلحت آمیز سمجھو اور

یہ سوچو کر دنیا کے ہر دور کے ذینں آدمی سوچتے رہے ہیں لیکن خوف فاد خلق سے زبان نہیں

کھوئی اور سخن ہائے گفتہ ناگفتہ رہ گئے۔!

”بہت خطرناک آدمی معلوم ہوتے ہو۔۔۔!“

”مصلحت کوش آدمی۔۔۔!“

”میں نے تمہارے جوابات لکھ لئے ہیں انہیں مہاپاگل کے سامنے پیش کروں گی اور اب میں مناسب نہیں سمجھتی کہ وہ فوری طور پر تم سے ملاقات کریں۔!“

”کیوں۔۔۔؟“

”تمہارا مسلک خود میری سمجھ میں نہیں آیا۔!“

”اگر تم پاگل پن کو مسلک نہیں سمجھتیں تو پھر اس انجمن سازی کا کھڑاگ کیا معنی رکھتا ہے؟“

”اب اس وقت جاؤ۔۔۔ کل آتا۔۔۔ فی الحال میں تم سے کسی قسم کی گفتگو نہیں کر سکتی۔“

”تمہاری مرضی۔۔۔!“ وہ میٹھل پیس سے اتر آیا۔

شم محل سے نکلنے کے بعد وہ ایک طرف چل پڑا و یکھانا چاہتا تھا کہ اس کا تعاقب تو نہیں کیا جاتا۔!

دھوپ تیز تھی کچھ دور پیدل چلتا ہا۔۔۔ جب اطمینان ہو گیا کہ تعاقب نہیں کیا جا رہا تو ایک

ٹیکسی رکوئی ڈرائیور نے ٹیکسی روک تو لیکن اسے گھوڑا تراہ بولا۔ ”پیسے ہیں جیب میں۔!“

عمران نے اسے شم وا آنکھوں سے دیکھتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دس کا ایک نوٹ نکل

کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ پچھلی سیٹ کے بجائے وہ ڈرائیور کی برابروالی سیٹ پر بیٹھا۔

”کھدھر چلو۔۔۔!“

جہاں دس روپے ختم ہو جائیں وہیں مجھے اتنا دینا۔

”بہت اچھا صاحب۔۔۔ آپ کھدھر کا ہی ہے۔!“

”بس ادھر ادھر کا سمجھ لو۔“

”صاحب آپ لوگوں کی وجہ سے بڑا گھپلا ہو جاتا ہے۔۔۔ کبھی کبھی۔۔۔!“

”ہم خود گھپلائیں۔!“

”پرسوں رات صدر میں ہنگامہ ہو گیا ایک بس اسٹاپ پر ایک انگریز عورت نظر آئی۔!“

صرف پتوں پہنے ہوئے تھی اور اس کے گھنگریا لے بال کا نہ ہوں پر لہار ہے تھے میں جھپاک۔

ٹیکسی گھما کر اس کے آگے پہنچا اور اپنی سات پتوں کو گالیاں دیتا ہوا ٹیکسی بھکا تادور نکل گیا۔

”کیوں۔۔۔؟“

”آگے ڈاڑھی تھی۔۔۔ کوئی ہی صاحب تھے۔“

”تو اس میں بُر امانے کی کیا بات تھی۔!“

”وہ بات اڑا کر بولا۔“ میں ایک ایسے بُنگلے سے واقف ہوں جہاں صرف ہی لڑکیاں رہتی ہیں۔۔۔ میں نے آج تک وہاں کوئی مرد نہیں دیکھا۔!“

”آہا۔۔۔ تو پھر کیوں نہ تم مجھے وہاں پہنچا دو۔۔۔!“

”انگریز لڑکیاں ہیں۔۔۔!“

”تب تو اور بھی اچھا ہے۔!“

”اچھی بات ہے جب میں دیکھوں گا کہ دس روپے پورے ہونے والے ہیں تو میں آپ کو دیں پہنچا دوں گا۔!“

”تم مجھے فوراً ہیں پہنچا دو۔۔۔ بقیہ پیسے میں تم سے واپس نہیں اوس گا۔!“

کچھ دیر بعد ایک بڑی عمارت کے پھانک پر ٹیکسی رکی اور عمران نے پر معنی انداز میں سر کو جبکش دی۔۔۔ عمارت کا نمبر بیلیون تھا۔!

”ٹیکسی اسے وہاں چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔!“

”تو یہ بات ہے۔۔۔!“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”خیر تم لوگ بھی کیا دار کرو گے۔!“

چھانک اندر سے مقفل نہیں ہوا۔!

اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا تھا کہ اس نے احتیاط برتنے کے باوجود دھوکا کھلایا ہے ان لوگوں نے کسی دوسرے طور پر اس کی نگرانی کی تھی۔۔۔ اور جب اس نے کسی سواری کی خواہش کی تو انہی لوگوں کی ایک ٹیکسی اسے مل گئی اور اس طرح وہ اس عمارت بیلیون تک آپنچا جس کی نشان دی پچھلی رات اس کے ماتحت نے کی تھی۔۔۔ استاد محبوب نزلے عالم کو چند لڑکیاں اسی عمارت میں تو لاٹی تھیں۔!

وہ چھانک کو دھکیل کر کپڑا نہ میں داخل ہوا۔۔۔ لان سنان پڑا تھا۔۔۔ کچھ عجیب وضع کی عمارت تھی اندازہ کرنا دشوار تھا کہ صدر دروازہ کون سا ہو سکتا ہے۔!

عمارت کے قریب پہنچ کر پل بھر کے لئے اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی تھی اور پھر

آگے بڑھ کر ایک دروازے کو دھکا دیا تھا۔ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ وہ اندر داخل ہوا۔
یہ ایک بہت بڑا ہاں تھا... جس کی دونوں اطراف میں اوپر جانے کے لئے زینے تھے۔
”کوئی ہے...؟“ فتحا اس نے انگریزی میں ہاں لگائی۔ ”میں بھوکا ہوں...“ مجھے کھانا
کھاؤ...“ میں بہت تحک گیا ہوں میرے لئے آرام دہ بستر کا انتظام کرو کیونکہ میں ایک فکار
ہوں... تھارا جی بھلا تاہوں...!“

اور پھر اس نے جھوم جھوم کر مینڈولین بنانا شروع کر دیا۔ فتحا ایک مر گھلی سی لڑکی بائیں
جانب والے زینے سے پیچا اتری اور اس کے قریب آکھڑی ہوئی۔

عمران نے مضراب روکی... اور اس کی طرف سوالی نظروں سے دیکھا۔

”تم یہاں کس کی اجازت سے داخل ہوئے ہوئے!“ لڑکی نے جملائے ہوئے الجھ میں سوال کیا۔
”ایک نیکی ڈرائیور کی اجازت سے!“

”کیا مطلب...!“

”میں نے اس سے پوچھا تھا کہ اس شہر میں میرے قبیلے کے لوگ کہاں ملیں گے اس نے کہا
کہ میں ایک ایسی عمارت سے واقع ہوں جہاں بہت سی پیلی لڑکیاں رہتی ہیں۔!“

”تم کہاں نے آئے ہو...!“

”ہنالوں سے...!“

”اچھا تو میرے ساتھ آؤ... آج ہمیں ایک سازندے کی ضرورت تھی۔ تم مینڈولن بہت
اچھا بجا تھا۔“

”چلو...!“ عمران جھوٹا ہوا بولاتا۔

وہ جن زینوں سے اتری تھی پھر انہیں پرچڑھنے لگی... عمران اس کے پیچھے تھا... اوپر بیٹھ
کر ایک کرے میں داخل ہوتے وقت اس نے عمران کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

اس کرے میں چار لڑکیاں پیشی اوکھے رہی تھیں... پانچوں نے داخل ہوتے ہی پیچ ماری
”مل گیا...!“

وہ چونکہ آنکھیں ملنے لگیں... پھر عمران پر نظر پڑتے ہی کرسیوں سے اٹھ گئیں۔

”کیا یہ آسمان سے اتراء ہے...!“ ان میں سے ایک بولی۔

”تھمیں اپنے بیرون سے چل کر آیا ہے... مینڈولن بہت اچھا بجا تھا۔!“

”اوہ... تو وہ کپوزیشن اس کے حوالے کرو... شاکنڈ کامیاب ہو جائے!“

وہی مر گھلی سی لڑکی جو عمران کو یہاں لائی تھی اپنے پرس کھول کر کچھ تلاش کرنے لگی پھر ایک
پھر ہیں کراں کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ ”وہ اس کپوزیشن کوڑائی کرو...“ تھمیں ایک گھنٹے
کڑھتے بجا تھا۔!

”توں منٹ کافی ہوں گے... میں اپنی ماں کے پیٹ میں رقص کیا کرتا تھا۔!“

اں نے کافہ سامنے رکھ کر مینڈولن کے تار چھیڑے اور ایک منٹ بعد لڑکیوں نے تھر کنا
فری کر دیا۔ ان میں سے ایک ہاتھ ہلاہلا کر تال دیتی جا رہی تھی۔

”لکھ...!“ کچھ دیر بعد وہ یک زبان ہو کر بولیں۔ ”چلواب ریکریٹس ہاں میں چل کر
شیخ گریں!“

کرے کا ایک دروازہ دوسرا طرف بھی کھلتا تھا... وہ سب اس سے گزر کر عمارت کے
”سرے حصے میں پہنچ اور پیچے جانے کے لئے انہیں پھر زینے ملے کرنے پڑے تھے۔

”وہ بھی بہت بڑا ہاں تھا جس میں چاروں طرف دیوار پر بڑے بڑے آئینے لگے ہوئے تھے۔!

مر گھلی لڑکی نے عمران کو ساز جھیڑ نے کا اشارہ کیا۔
”بھلے بخارا تھا لیکن حقیقت یہ تھی وہ ذرہ برابر بھی غافل نہیں تھا۔“

اچاک لڑکیاں خوف زدہ انداز میں پیچنے لگیں... اور عمران کی آنکھیں کھل گئیں... اس
لئے دیکھا کہ دیوار پر لگے ہوئے آئینوں کی رنگت کسی قدر زرد ہو گئی ہے اور ان میں اس کی اصل
کلی نظر آ رہی ہے۔

اں نے اپنے گالوں پر ہاتھ پھیرا... میک اپ بدستور موجود تھا۔

اس نے پھر آئینوں کی طرف دیکھا... ان میں کسی بھی کی بجائے لکھیں شیو مران کھڑا تھا۔

”نیماز کیاں“ بھوٹ بھوٹ، ”چینی ہوئی زینوں کی طرف دوڑ گئیں عمران وہیں کھڑا رہا۔

اب وہاں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا... اس نے پھر مینڈولن بنانا شروع کر دیا تھا۔

”لکھے ہی لمحہ میں چاروں طرف سے قہقہوں کی آوازیں آنے لگیں...“ عمران نے مضراب

”اوہ اگر تمہارا منہ بند کر دیا جائے تو...!“
 ”کیا کہنے... ضرور کوشش کرو...!“ عمران نے مینڈولین کے تاروں پر ضرب لگائی۔
 ”بجید گی تھے گفتگو کرو...!“
 ”محظی کسی بات پر مجبور نہیں کیا جاسکتا... دیے اگر تم میرے سامنے آؤ تو یہ ممکن ہے لیکن
 ان شرط کے ساتھ کہ تمہیں کافی خوبصورت ہونا چاہئے۔“
 ”علیٰ عمران... اب تم خود کو ہر قدم پر موت سے دوچار سمجھو...!“
 ”چار اور آٹھ بھی سمجھنے کو تیار ہوں... تم سامنے تو آؤ...؟“
 ”تمہاری یہ خواہش جلد پوری کر دی جائے گی... دوپھر کا کھانا تم ہمارے ہی ساتھ کھاؤ؟“
 ”وہ لڑکیاں ہوں گی میز پر...!“
 ”اگر تم خواہش کرو تو...؟“
 ”آن نہیں کی وجہ سے تو دوڑا آیا تھا یہاں... درست کیا ضرورت تھی...!“
 ”اچھا... اب تم اپنا خغل جاری رکھ سکتے ہو...!“
 اچانک عمران نے حسوں کیا کہ ان آئینوں کی رنگت معمول پر آگئی ہے... پھر اسے اپنا
 شیکھ اپ کیا ہوا چہرہ بھی نظر آیا۔
 اس نے طویل سانس لی اور فرش پر اکڑوں بیٹھنے کی کوشش میں منہ کے ملن گرپا۔ چلنون
 اتنی سمجھ تھی کہ اکڑوں بیٹھنے کے لئے اس کے لئے اپنے بھائیوں کو اور مینڈولین بنانے کا... اتنے
 پرانے پانچوں لاکیاں زینوں پر نظر آئیں جو قدر کی ہوئی سیر ہیاں طے کر رہی تھیں۔
 مرکھلی لڑکی نے اس کے لئے ایک بوسہ بھی ہوا میں اٹایا تھا جسے عمران نے اپنی ناک کی نوک
 پر ریسیو کرنے کا مظاہرہ کیا... یہ اپنی جگہ ایک ندرست تھی۔ الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے کہ اس
 نے ایسا کیوں نکر کیا تھا۔
 زینوں سے اتر کر وہ اس کے گرد ناچنے لگیں... آئینوں میں اب عمران کی بجائے ایک ہی
 ہی نظر آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد گھنٹی کی آواز سنائی دی اور وہ ناچنے ناچتے رک گئیں۔ اور مرکھلی لڑکی
 نے عمران کا مضراب والا ہاتھ پکڑ لیا۔
 ”ہاؤ سوچ یو آر...!“ عمران مسکرا کر بولا۔

والا ہاتھ نہ رکنے دیا... اس نے ان قبھیوں پر بھی میوزک دینے کی کوشش کر دی تھی۔
 ”علیٰ عمران...!“ کسی اندر کیچھے آدمی نے اسے مخاطب کیا۔
 ”میں سن رہا ہوں...!“ عمران نے ہاتھ روکے بغیر اپنی آواز میں کہا۔ ”کہو کیا کہتے ہو۔“
 ”تمہاری شہرت اچھی نہیں ہے۔!“
 ”سامنے آکر بات کرو تو میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر سکتا ہوں۔!“
 ”تم میرے سوالات کاٹھیک ٹھیک جواب دو۔ ورنہ اس عمارت سے زندگی بھرنا نکل سکو گے۔“
 ”اگر تم ان پانچوں لاکیوں کو باور کر اسکو کہ میں بھوت نہیں ہوں تو پھر میں خود ہی اس
 عمارت سے باہر نکلا پسند نہ کروں گا۔!“
 ”بکواس بند کرو...!“
 ”چلو خاموش ہو گیا... اب فرماؤ۔!“
 ”یہ گفتگو اردو میں ہو رہی تھی... نامعلوم آدمی لمحے کے اعتبار سے دیسی ہی معلوم ہو تاکہ
 ”تم پاگلوں کی انجمن میں کیوں دلچسپی لے رہے ہو...؟“
 ”میں خود بھی پاگل ہوں اس لئے...!“
 ”تم نے بھوئی کو وہ غزل کیوں رثائی تھی...!“
 ”یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ سچ پاگل ہیں یا نہیں...!“
 ”کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اس انجمن کے پردے میں کوئی غیر قانونی حرکت ہو رہی ہے۔“
 ”بہتر ہوتا کہ تم یہ سونا نامہ کسی اخبار میں شائع کر دیتے اور میں پیلک کے فائدے کے لئے
 اخبار ہی کے ذریعہ تم تک اپنے جوابات پہنچا دیتا۔!“
 ”وقت ضائع نہ کرو تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کتنے بڑے خطرے سے دوچار ہو۔!“
 ”اگر یہ بات ہے تو ذرا جلدی کرو... میں لاکیوں کو دیا ہوا کپوزیشن روانہ کر رہا تھا... بال
 میرا خیال ہے کہ اس انجمن کے پردے میں کوئی غیر قانونی حرکت ہو رہی ہے۔!
 ”اچھا تو پھر تم کیا کرو گے۔!“
 ”اگر کیس پولیس کے حوالے کر دینے کے قابل نہ ہوا تو بلیک میلگ۔...!“ عمران نے
 احقة اندرا میں ہنس کر کہا۔

”سچ سچ....!“

عمران نے سر کو اشتبائی جبنت دی۔

”اچھا تو چلو... یہ کھانے کا گانگ تھا....!“

”کہاں چلوں... کھانے کا گانگ کیا چیز ہوتی ہے!“

”لڑکی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ ہوئی زینوں کی طرف لے چلی۔

چاروں لڑکیاں ان کے پیچے چل رہی تھیں... ان میں سے کوئی بھی خاموش نہیں تھی۔ زبانیں کترنی کی طرح چل رہی تھیں۔

ڈائینینگ ہال میں ایک بڑی میز کے گرد آٹھ آدمی بیٹھے نظر آئے... دس کرسیاں خالی تھیں یہ لوگ وضع قلع کے اعتبار سے اچھے آدمی نہیں معلوم ہوتے تھے۔

دفتراً ایک لڑکی اوپری آواز میں بولی۔ ”شریف آدمیو...! سازندے کا بھی انتظام ہو گیا! اب تم کھانا کھاؤ... یہ ساز بجائے گا اور ہم ناچیں گے!“

عمران مضراب سے سر کھجانے لگا۔ ایک آدمی میز پر گھونسہ مار کر دھڑا۔... ”ساز بجاو!“ اور عمران نے مینڈولین بنانا شروع کر دیا۔

یہ کرہ بھی خاصاً سیع تھا... و سچ نہ ہوتا تو اخبار کریسوں والی یہ میز یہاں کیوں ہوتی... لڑکیوں نے میز کے گرد تھر کنا شروع کر دیا۔ عمران دیوار سے لگا کھڑا مینڈولین بناتا تھا۔

وہ ان آٹھوں آدمیوں کو ہر زاویے سے دیکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ ان کے جسموں پر چست قمیں اور بے حد چست پتوں میں تھیں۔ سب سے زیادہ خطرناک ان کی پیٹیاں تھیں جن میں چاروں طرف تیز دھار والے چاقوؤں کے پھل لگے ہوئے تھے اور ان کی لمبائی کم از کم چار انچ ضرورتی ہو گی۔

عمران نے انہیں تشویش کی نظروں سے دیکھا اور پھر لاپرواں سے سر جھٹک کر جھومتا ہوا ایک ماہر سازندے کی طرح اپنارنگ جانے لگا۔

دفتراً ایک مرد کھانا چھوڑ کر اٹھا اور قص کرنے والیوں میں شامل ہو گیا۔

عمران نے محسوس کیا جیسے لڑکیاں خوف زدہ ہو گئی ہوں۔ وہ اس کی پیٹی میں جڑے ہوئے دھاردار چاقوؤں سے بچنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

عمران نے طویل سانس لی اور اسکی آنکھوں میں مترش ہونے والی حالت کچھ اور گھبری ہو گئی۔

اچاک ان میں سے ایک مرد دھڑا۔ ”لڑکیو... تم... ہٹ جاؤ...!“

اور وہ سب سہم کر ایک گوشے کی جانب دوڑ گئیں۔

”اچھا وہیں کھڑی تھر کتی رہو...!“ عمران نے ہاٹک لگائی اور وہ اب بھی مینڈولین بجائے جا رہا تھا۔ جس آدمی نے لڑکیوں سے ہٹنے کو کہا تھا اپنی پیٹی کھوں کر ایک طرف ڈال دی شائد عمران سے باتحابی کرنے کا شوق رکھتا تھا۔!

عمران کے ہاتھ اب بھی نہ رکے... ہال میں بدستور نغمہ بکھر تارہ۔

وہ آدمی آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔... عمران کے قریب پہنچ کر اس کی گردوبن دبوچ لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ عمران نے دھکا دے کر اس کے باہمیں پہلو پر لات رسید کی۔ دفعتاً ایک ناسعلوم آدمی کی آواز ہال میں گوئی... ٹھہر جاؤ۔ یہ بھوکا ہے پہلے اسے کھانا کھلاو!“ لات کھانے والا اس اسمنہ بناتے ہوئے پیچے ہٹ گیا!



صفدر نہیں محل کے آس پاس منڈل رہا تھا۔... جولیانا فٹر واٹر اس کے ساتھ تھی۔... اسے بلیک زیرو سے ہدایت ملی تھی کہ عمران پر نظر رکھے۔... اسے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ وہ ایک بھی کے میک اپ میں نہیں محل گیا ہے۔

اور یہ محض اتفاق ہی تھا کہ ان دونوں کو دہاں پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی۔ عمران وہاں سے جا چکا تھا۔ دونوں عمارت کی کمپاؤنڈ کے باہر ہی رک گئے تھے اور جولیا کہہ رہی تھی پاگلوں کی انجمن کا مقصد کیا ہے!“

”عمران ہی سے پوچھنا...?“ صفر نے کہا اور سگریٹ سلاکا کر بائیں جانب والی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ کار پھاٹک کے قریب ہی رک گئی تھی۔!

”کیا جنیوں کو اندر نہیں جانے دیتے...?“

”ایسا نہیں ہے... میں نے نہاہے کہ غیر ملکیوں کی بڑی آٹھ بھگت ہوتی ہے!“

”ہمیں صرف عمران پر نظر رکھنے کو کہا گیا ہے... یہ اور زیادہ آسان ہو جائے گا اگر ہم اندر بچنے جائیں.... مجھے ایک غیر ملکی خاتون بناو اور خود مقامی گائیڈ بن کر اندر چلو...!“

”تم باز نہیں آؤ گی.... اچھا چلو.... تم ایک مسلمان خاتون ہو.... قبرص سے آئی ہو....“
نام رغبی علی جلال....!

”میں یاد رکھوں گی.... چلو گاڑی اندر لے چلو....!“

گاڑی اندر پہنچ کر اسی ہال کے سامنے رکی جہاں پاگلوں کا اجتماع ہوتا تھا۔

وہ گاڑی سے اترے.... ہال کے صدر دروازے کے قریب دوپتی لڑکیاں نظر آئیں انہیں دیکھ کر وہ اندر چلی گئی تھیں۔

”کیا خیال ہے.... چلو گے اندر....!“ جولیا نے صدر سے پوچھا۔

”بڑا مشکل کام یہ معلوم کرنا ہے کہ تم حقیقت کیا چاہتی ہو۔!“

”چلو....!“ وہ گاڑی کے پاس سے ہٹ کر ہال کے صدر دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ صدر کو مجبور آئیزی سے آگے بڑھنا پڑا تھا... شیو نکہ اسے گائیڈ کے فرائض انجام دینے تھے اس کا خیال تھا کہ وہاں عمران یقینی طور پر دکھائی دے گا۔ اس کی سب سے بڑی پہچان یہ بتائی گئی تھی کہ وہ اپنے دہانے کا بیباں گوشہ بار بار پھر کارہا ہو گا۔!
ہال میں پہنچ کر انہوں نے صرف انہی دونوں لڑکیوں کو ہوش میں دیکھا۔.... جو صدر دروازے پر نظر آئی تھیں بقیہ لوگ نئے میں دھت بے حس و حرکت پڑے تھے۔

صدر بلند آواز میں جولیا کو بتاتے لگا۔

”یہ اس شہر میں اپنی نویعت کا واحد ادارہ ہے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں لیکن ہم بڑے فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ساری دنیا میں صرف ہمارے ہی یہاں کے پاگل اتنے ترقی یافتہ ہیں کہ پاگل پن کے باوجود ان میں اجتماعی شعور پیالا جاتا ہے۔!
”واقعی حیرت کی بات ہے....!“ جولیا نے حیرت زدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

اتنے میں وہ دونوں لڑکیاں ان کے قریب آکھڑی ہوئیں اور انہیں ایسی نظر دوں سے گھورتی رہیں جیسے ان کی آمدنا گوار گذری ہو۔!
”دغناً ایک جولیا سے پوچھ بیٹھی۔....!“ ”تم کہاں سے آئی ہو۔!
”قبرص سے.... اور میرا نام رغبی علی جلال ہے....!“ جولیا نے مصافحہ کے لئے ہاتھ پھاتتے ہوئے کہا۔

”ہم صرف اپنوں سے مصافحہ کرتے ہیں....!“ لڑکیوں میں سے ایک نے خشک لمحے میں جواب دیا۔

”جو اس حد تک سوچ سکے اسے ہم پاگل کیسے کہیں گے۔!“ صدر بولا۔

”تم یہاں کیوں آئے ہو....!“ دوسری غرا کر صدر کی طرف چھپی۔

”یہاں کے عجائب ہات اور نوادر دیکھنا چاہتی تھیں۔ دنیا میں کہیں بھی کوئی پاگلوں کی اخیجن نہیں ہے۔!
”

”چلے جاؤ یہاں سے اور ہم کو ہمارے حال پر چھوڑو....!“

انتہے میں نواب صاحب کی سیکریٹری یعنی باوی ہال میں داخل ہوئی اور سید ہمیں انہی لوگوں کی طرف چلی آئی۔

جب صدر نے اسے بتایا کہ وہ ایک گائیڈ ہے اور اپنے کشمکش کو ادھر لا یا ہے تو بڑے مخلصانہ انداز میں بولی۔ ”خوش آمدید.... بڑی خوشی ہوئی ٹور سٹ بھی ہماری طرف متوجہ ہونے لگے ہیں.... اس طرح ہم اپنا یقیناً ساری دنیا میں پہنچا سکیں گے۔ تم دونوں ہمارے مہمان ہو.... اس لئے ہمیں ساتھ چلو.... میں تمہیں اپنے صدر یعنی مہماں پاگل سے ملاوں گی۔ میں باوی ہوں۔!
انہوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملائے۔

پھر وہ انہیں اپنے ساتھ لے کر عمارت کے رہائشی حصے کی طرف روشنہ ہو گئی۔



عمران کے لئے ریکر نیشن ہال ہی میں کھانا لایا گیا۔ مر گھلی لڑکی پیش پیش تھی۔ نہ جانے کیوں عمران محسوس کر رہا تھا کہ اس پر کسی حد تک اعتماد کیا جا سکتا ہے.... بلکہ خود اس نے تو شروع ہی سے اسے اپنی خصوصی توجہ کے لئے منتخب کر لیا تھا۔

وہ فرش پر اکٹھوں بیٹھ کر کھانے لگا.... مر گھلی لڑکی بھی اس کے قریب ہی موجود تھی۔

”اگر اس میں زہر ملا ہوا ہو تو....!“ اس نے مسکرا کر آہستہ سے پوچھا۔

”ہم لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ پیٹ بھر جانے کے بعد کیا ہو گا....!“ عمران نے نوالہ پلٹتے ہوئے کہا۔

آٹھوں جیسا اسے کہیں تو ز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

”یہ لوگ جو کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں تاادو... بہت خطرناک ہیں اگر سب ایک ساتھ ٹوٹ پڑے تو تمہاری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی....!“ لڑکی نے خوف زدہ لمحے میں کہا۔
”میرے لئے بالکل نیا تجربہ ہو گا اس لئے چلنے دو!“

”دوس منٹ سے زیادہ نہیں دیے جاسکتے....!“ تا معلوم آدمی کی آواز ہال میں گوئی۔
”تین منٹ سے زیادہ نہیں لوں گا.... تم بے فکر ہو...!“ عمران نے اوپری آواز میں کہا۔
”تم کیوں دیوانگی میں بیٹلا ہو...!“ مر گھلی لڑکی کے لمحے میں جھنجلا ہٹتی۔

”تم خواجہ پریشان ہو رہی ہو... موت سے چھیڑ چھڑا میری ہلبی ہے!“
لڑکی تین منٹ بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا اور تا معلوم آدمی کی آواز آئی۔ ”آخری موقع... اب بھی سوچ کر بتاؤ... تم کس کے لئے کام کر رہے ہو!“

”تم جو کوئی بھی ہو... بالکل احمد معلوم ہوتے ہو... میں نے ایک ایسا منظر دیکھا تھا جو میری تجسس کی جلسہ کو جگادیتے کے لئے کافی تھا!“

”کیا مطلب...!“

”تالاب میں آگ لگ جانا...!“

”لکھہ سراغِ رسانی کے سپر نندن کیپن فیاض نے بھی دیکھا تھا وہ منظر.... لیکن پھر وہ پلٹ کر نہیں آیا تھا...!“

”کیپن فیاض جانتا ہے کہ نواب شمس بہت بار سوخ آدمی ہے.... اس سے بھی میری گفتگو ہو چکی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب تک ہمارے پاس باقاعدہ طور پر کوئی شکست نہ پہنچ ہم کچھ نہیں کر سکتے!“

”تم اپنی بات کرو... علی عمران...!“

”میری بات یہ ہے کہ میں معاملہ کی تہہ تک پہنچ کر اپنی آمد فی میں اضافہ کروں گا!“

”اچھی بات ہے تو پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ...!“

”میرے سائز کا صندوق تو ہو گا ہی تمہارے پاس.... لاش کو بھی بے آسمانی ٹکانے لگا سکو گے۔ لبنا تمہاری آسمانی کے لئے میں مر نے کو تیار ہوں....!“ عمران نے کہا اور مینڈو لن جانے لگا۔ وہ آٹھوں حیرت سے پلکیں چپکا رہے تھے۔ ! وقتاں میں سے ایک نے ریو اور نکال کر کہا۔

”اپنے ہاتھ اور اٹھاو...!“

عمران نے بڑی مخصوصیت کے ساتھ اپنے ہاتھ اور اٹھا دیئے۔

ریو اور والے کے اشارے پر ایک آدمی نے آگے بڑھ کر عمران کی جامہ تلاشی لینی شروع کی۔ اسکے بعد شامِ عمران کو غافل سمجھ کر اس نے اسکے پیٹ پر گھونسہ مارنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن یہ اس کا مقدمہ کہ عمران ہرگز غافل نہیں تھا۔ ... اس کا ہاتھ تو کام نہ کر سکا البتہ عمران کے دو ہاتھ نے جو اس کے سینے پر پڑا تھا اسے کئی گز پیچھے اچھال پھیکا۔

بس اتنا تھی کافی تھا.... ریو اور والے نے فائر جھوک مارا۔ اور ایک لڑکی کی چین سے فضا جھینچنا اٹھی.... عمران تواب خود ریو اور والے کے سر پر سوار تھا.... ایک ہی جھینکے میں اس نے اس سے ریو اور چھین لیا۔

لڑکی فرش پر پڑی تڑپ رہی تھی.... دوسری لڑکیوں پر گویا مسلسل چینوں کے دورے پڑ گئے تھے۔

”بد بخت آدمیو...!“ دفتارِ عمران دہڑا۔ ”دیکھو.... کہیں وہ ختم ہی نہ ہو جائے.... اور اس کا خیال رکھنا کہ اب ریو اور میرے ہاتھ میں ہے!“

آٹھوں بت بنے کھڑے رہے.... لڑکی کے سینے سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔
تا معلوم آدمی کی قہر میں ڈوبی ہوئی آواز ہال میں گوئی۔ ”اب یہ زندہ نج کرنے جانے پائے!“
عمران نے جواباً اس کے لمحے کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔ ریو اور میں پاٹخ راوٹ باتی ہیں....
باقیہ تین کو میں تل کر کھا جاؤں گا۔ پھر وہ انہیں کو رکھنے ہوئے زینوں کی طرف بڑھنے لگا تھا....
مر گھلی لڑکی بھی زینوں کی طرف بڑھی۔

”نہیں سوئی... کل شام کو سی بریز میں ملتا..!“ عمران سکرا کر بولا۔ ”فی الحال مجھے جانے دو!“
”وہ مر گئی.... تمہاری وجہ سے مر گئی....!“ لڑکی پاگلوں کی طرح چیخی!



آٹھوں میں سے ایک دہڑا۔ ”لڑکی.... پیچھے ہٹ جاؤ۔“

وہ جہاں تھی وہیں رک گئی.... عمران انہیں کو رکھنے ہوئے زینے ملے کر تارہ۔
اوپر پہنچا تو ایک بڑا ساتھا غرما تھا جو اس پر جھپٹ پڑا۔ ... عمران کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس غیر

متوقع بجويش سے کسی قدر نرس ضرور ہوتا... لیکن وہ عمران تھا.... انسانی افعال کی مشین... کتے پر ایک گولی ضائع کرنے کی بجائے وہ اس سے ہاتھاپائی پر آمادہ ہو گیا۔

جیسے ہی اس کی ایک بچھلی ناگز اس کی گرفت میں آئی اس نے اسے تیزی سے گردش دے کر ان آٹھوں پر پھینک مارا.... جو اس کے پیچے آنے کی کوشش کر رہے تھے!

یہ گواں پر ایک طرح سے آسمانی بلا نازل ہوتی.... کتے نے جلاہٹ میں ایک کی گدن دبوجی اور اپنے شکار سمیت زینوں سے لڑکتا ہوا فرش تک جا پہنچا.... بتیہ سات اب پوری طرح یوکھا گئے تھے.... عمران کا پیچھا چوڑ کر وہ اپنے ساتھی کی جان بچانے میں لگ گئے۔

اوھر عمران بر ق رفتادی سے اسی ہال میں پہنچا جس کے دروازے سے عمارت میں داخل ہوا تھا دروازہ مقلع ملا.... لیکن قین مسلل فائزوں نے قفل کے پرچے اڑا دیئے۔ ہال سے کپاؤندھ میں پہنچا.... اور پھر چند لمحوں میں وہ سڑک پر تھا۔



جو لیا صدر اور باوی... عمارت کے رہائش حصہ میں پہنچے.... صدر نے جو لیا کو ”باوی اور مہاپاگل“ کا مطلب سمجھاتا آیا تھا!

”واقعی حیرت اگئی...!“ جو لیا بولی۔ ”میں ان لوگوں پر ایک کتاب لکھوں گی...؟“

”بہت بہت شکریہ...!“ باوی ہنس کر بولی۔ ”بمارے اغراض و مقاصد کا علم ہو جانے پر تم ضرور لکھوگی.... مجھے یقین ہے ہم ساری دنیا میں امن چاہتے ہیں!“

”پاگل اور امن...!“ صدر کے لجھ میں حیرت تھی!

باوی کچھ نہ بولی.... وہ انہیں نشست کے کمرے میں بٹھا کر اندر چل گئی تھی۔

جو لیا حیرت سے کمرے کا جائزہ لے رہی تھی.... آج یہاں کا منظر کچھ اور ہی تھا۔

چاروں طرف متعدد بڑی بڑی بالٹیاں اوندھی رکھی تھیں اور ان کے پیندوں پر گدے رکھ دیے گئے تھے۔ ان دونوں کو انہیں بالٹیوں پر بیٹھنا پڑا تھا۔

”یہ لوگ پاگل تو نہیں معلوم ہوتے.... بھلا ہم جدت پنڈی کو پاگل پٹ کیسے کہہ سکتے ہیں!“ صدر بولا۔

”کوئی نہ کوئی چکر ضرور ہے....!“ جو لیا نے آہستہ سے کہا۔

ٹھیک اسی وقت نواب شمسو کمرے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے ایک سفید چادر اپنے جسم پر پہنچ رکھی تھی.... ان کے پیچے باوی تھی۔

انہیں دیکھ کر یہ دونوں کھڑے ہو گئے.... نواب شمسو نے مریانہ انداز میں ہاتھ کو جنتش دے کر انہیں پیٹھے جانے کا اشارہ کیا۔

”مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ تم قبرصی ہو میری پچی...!“ انہوں نے جو لیا سے کہا۔

”مجھے بھی خوشی ہے کہ میں آپ سے مل سکی...!“

”وہ جو خود کو پاگل نہیں سمجھتے، ہم سے بہتر نہیں ہیں!“

جو لیا اور صدر خاموش رہے.... نواب شمسو پھر بولے تم ایک غیر ملکی ہو.... اس لئے میں تم کو بتاتا ہوں کہ خدا نے مجھے ایک خاص مشن پر دنیا میں بھیجا ہے.... میں خلائی دور کے آدمی کو ہدایت دینے کے لئے اس خوبیستان میں آیا ہوں۔ تم مسکراہی ہو میری پچی.... شکریہ.... یہ جو

دیکی آدمی تمہارے ساتھ ہے بے ساختہ ہنس نہیں پڑا.... اس لئے میں اس کا شکر گذار ہوں۔

لوگ مجھے میرے بعد پہنچانیں گے!“

صدر تھی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے بیٹھا رہا۔ نواب شمسو کہتے رہے۔ ”یہ دور تضادات کا

دور ہے۔ ایک طرف آدمی چاند پر پہنچ رہا ہے اور دوسری طرف اپنے خول سے بھی باہر نہیں نکل سکتا۔ اس وقت تم نے درجنوں آدمیوں کو دیکھا ہو گا!“

”جی ہاں.... وہاں اس حال میں.... وہ سب سور ہے تھے۔ میں نے دیکھا ہے۔“ جو لیا رک رک کر بولی۔

”جو زمین کی حدود سے نکل کر چاند پر پہنچا.... اس کا دوسرا بھائی پھی ہے جو اپنے خول میں

بذر ہنا چاہتا ہے! ایسا کیوں ہے....؟“

”مستقبل سے ما یو کی....!“ جو لیا بولی۔

”کیوں ما یو س ہیں....!“

”طاقوتوں لوگوں نے ان کا حق غصب کیا ہے....!“

”ٹھیک ہے اور میں چاہتا ہوں یہ ان کے مقابل کھڑے ہو جائیں جن کی منزل چاند ہے۔!“

”مشکل ہے.... ما یو کی وبا عام ہو چکی ہے!“ صدر بولا۔

بات کے منطقی جواز کی تلاش میں ہے.... میری حکمت عملی دونوں طبقوں کو مطمئن کر سکے گی۔!

”یقیناً... یقیناً...!“ صدر سر ہلا کر بولا۔

”تم کوئی سوال نہیں کر رہیں.... میری بچی....!“ نواب شمسونے جولیا کی طرف دیکھ کر کہا۔

”آپ کے سامنے زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوتی....!“

”خدا خوش رکھے.... اور زندگی کی ہر راہ پر کامیابی عطا کرے....!“ نواب شمسونے اسے دعا دی.... اور صدر سے بولا۔ ”یہاں کا محکمہ سراغ رسانی میرے خلاف حرکت میں آچکا ہے۔! آج ہی کچھ دیر پہلے پولیس کا ایک ایجنسٹ آیا۔ غیر ملکی بچی کے بھیس میں آیا تھا.... میرے خدا نے مجھے اس کی اصلیت سے آگاہ کر دیا۔!

”اوہ....!“ صدر چوک کر بولا۔ ”پھر آپ نے کیا کیا....!“

”میں کیا کرتا.... آیا اور جھک مار کر چلا گیا.... کل شاند پھر آئے....؟“

”یہ تو تیری بات ہے....!“ جولیا بول پڑی۔

”کوئی بات نہیں.... انہیں اپنا فرض ہر حال میں ادا کرنا چاہئے۔ میں بُرا نہیں مانتا۔!“ مہا پاگل نے کہا۔

اس کے بعد وہ مزید کچھ کہئے بنے بغیر اٹھ کر چلے گئے تھے۔ باوی دبیں بیٹھی رہی۔ صدر نے اس سے کہا۔ ”میں لوگوں کو بتاؤں گا کہ یہ کتنے گریٹ آدمی ہیں۔“

”آپ ایک اچھا کام کریں گے....!“ باوی مسکرا کر بولی۔



عمران اپنے فیکٹ میں آرام کر سی پر آنکھیں بند کئے پڑا تھا۔ سلیمان کٹی بار اس کے قریب سے گزر رہا۔ لیکن اس کی آنکھیں نہ کھلنی تھیں نہ کھلیں۔

شاند سلیمان اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں اس کی آخری تدبیر یہ تھی کہ ایک بار اس کے قریب سے گذرتے وقت خواہ مخواہ لڑکھڑایا اور دھم سے فرش پر آ رہا۔

عمران چوک کر اٹھ بیٹھا اور سلیمان سے بولا۔ ”ابے دیکھ یچھے سڑک پر کوئی گر پڑا ہے شاند۔!“

”سڑک پر....!“ سلیمان نے اٹھتے ہوئے حریت سے پوچھا۔

”اور نہیں تو کیا دوچار میں کے فالے پر۔!“

”ای لئے میں دنیا میں آیا ہوں کہ اس وبا کا خاتمه ہو جائے۔!“

”لیکن آپ نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔!“

”نہیں.... میں قمری دور کا مہدی ہوں۔!“

”اگر آپ علانية خود کو مہدی کہنا شروع کر دیں تو حست میں پڑ جائیں گے۔!“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو....!“ وہ صدر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔ ”ای لئے میں فی الحال خود کو مہا پاگل کے روپ میں پیش کر رہا ہوں.... اس طرح جب میرے گرد بھیڑ اکٹھا ہو جائے گی تو میں باقاعدہ طور پر تبلیغ شروع کر دوں گا۔!“

”بُرا اچھا خیال ہے....!“

”میں اسے فریب کاری نہیں سمجھتا۔... یہ دورِ جدید کے مزاج کے مطابق حکمت عملی کھلائے گی۔!“

”بالکل.... بالکل جناب....!“

”تم صورت سے ایک ایمان دار آدمی معلوم ہوتے ہو۔ اس لئے میں نے تم سے کچی بات کہہ دی....!“ بھی تم جن بدهال لوگوں کو دیکھ آئے ہو.... میں آہستہ آہستہ انہیں روا راست پر لارہا ہوں.... خدا میرے توسط سے انہوں باتیں بھی کر رہا ہے.... تاکہ لوگ میری غیر معمولی شخصیت پر یقین کر سکیں۔!“

”اوہ تو کیا آپ سے کرامات بھی سرزد ہو رہی ہیں....!“

”ہاں اکثر لوگ دیکھتے ہیں.... پرسوں انہوں نے تالاب میں آگ لگانے دیکھی تھی۔!“

”اوہ.... اچھا.... اس تالاب میں.... وہ جو.... اس بستی میں ہے.... شاند اخبارات میں بھی یہ خبر شائع ہوئی تھی۔!“ صدر نے کہا۔... اور پرسوں رات والی ٹنگ و دو اسے یاد آگئی جب عمران تالاب میں اتر اتھا۔

”لوگ بہت جلد راہ راست پر آجائیں گے۔!“

کچھ دیر کے لئے خاموشی چھاگئی۔... پھر نواب شمسو ہی بولے۔ ”دنیا بہت آگے بڑھ آئی ہے.... پرانے طریقوں پر عمل کر کے کامیابی حاصل نہیں کی جاسکتی آج کی دنیا ذہنی طور پر دھمکوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی ہے.... ایک وہ جس میں عقاقد پرستی رانج ہے اور دوسرا وہ جو ہر

”میں مرا تھا سیئں... اسی جگہ پر...!“ سلیمان جھنجلا کر بولا۔

”اللہ و انا الی راجعون...! ابے تو مجھے جکا کر مرا ہوتا... اب کفن دفن کے انظام میں لکھتی دشواری ہو گی۔ آج جمع ہے ساری دنیا میں بند ہوں گی۔!“

”دیکھئے صاحب...! اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ مجھ جیسا مسور کی دال ایک پرست آپ کے بیہاں کام کرتا ہے تو اس کو نے حرام زادے کو نکال باہر بھیجے۔!

”کیوں...؟ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!“

”ایک بھت سے میرا دماغ چائے ڈال رہا ہے... اس لئے ضرور چل گیا ہو گا۔!“

”بات کیا ہے...!“

”انھیں بینتے بور کرتا ہے کہ اب میں جلدی سے اپنی شادی کر ڈالوں۔!“

”بکواس مت کر...! جوزف کو تیری شادی سے کیا فائدہ پہنچے گا۔!“

”یہ اسی الو کے پٹھے سے پوچھئے۔!“

”دفع ہو جاؤ اور اسے میرے پاس بھیج دو...!“

استے میں جوزف خود ہی وہاں آپنیجا اور عمران کو اطلاع دی کہ ایکن ٹو والے فون پر اس کی کال ہے... سلیمان اسے دیکھتے ہی کھک گیا تھا۔

”جب تک میں واپس نہ آؤں یہیں رہتا۔“ عمران جوزف کو گھوڑتا ہوا بولا اور اٹھ کر اس کرے میں آیا جہاں ایکن ٹو والا انشر و منٹ تھا۔

دوسری طرف سے بلیک زیر و کی آواز آئی۔

”تواب ٹھو نے آپ کو ہبھی کے میک اپ میں بینیجن لیا تھا جناب عالی...!“ اس نے کہا اور صدر سے مٹی ہوئی روپرست دہرا دی۔

”مجھے علم ہے...!“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کوکے پھر سنگ روم میں واپس آگئی۔

جوزف کو جہاں چھوڑا تھا تھیک اسی جگہ کھڑا لیا۔

”تو سلیمان سے شادی کر لیئے کو کیوں کہا کرتا ہے۔!“

”اصلئے کہ اس کی عورت مسلسل اس کا دمل غیاثی تر ہے گی اور پھر وہ میرا دماغ نہ چاٹ سکے گا۔“

”اوشب تار کے پیچے...! اتنے ذرا سے قصور پر اتنی بڑی سزا... تو نے تو چنگیز و نادر کی یاد

”میں کر دیں۔!“
جوزف پکھنے بولا۔ سر جھکائے کھڑا رہا۔

”عمران خرید پکھنے کہنے والا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔!
ویکھو کون ہے...!“ عمران نہ اسامنہ بنا کر بولا۔

جوزف نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ باہر جھانکا اور اٹھ پاؤں واپس چلا آیا۔
ایک عورت ہے بس...!“

”وہی یا غیر ملکی...!“

”عورت صرف عورت ہوتی ہے بس...! اسے دیکھی ہوتی ہے نہ غیر ملکی۔!“

”اچھا ہے...!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ ”اب تھے لٹر پرچر پڑھائے گا۔!“

”مخفی چاہتا ہوں بس...! آج ہلا سانش بھی ہو گیا ہے۔!“

”شکر ہاتھوں اس عورت کو اندر بلالے...!“

جوزف آگے بڑھا اور دروازہ کھول کر بتا کھڑا رہا۔ عمران کی زبردست ”لو“ کے باوجود کی اننے سامنے والی دیوار سے نظریں نہ ہٹائیں۔

”دوسری ”لو“ خاصی سریلی تھی لیکن پھر بھی جوزف کے کان پر جوں نہ رستگی۔!

”آنے والی نواب شمسو کی سیکریٹری ہادی تھی۔

”بیٹھو... بیٹھو...!“ عمران بولا۔ ”تم نے تو اس وقت مجھے زوس کر دیا ہے۔ سوچ بھی

کیوں لکھا تھا کہ تم بیہاں تک آسکو گی۔!

”کیوں...؟ بیہاں تک بینچنے میں مجھے کون سی دشواری ہو سکتی تھی۔!“

”اچھا ہب بیٹھ بھی جاؤ...!“

”نہیں شکریہ...! میں تم سے صرف اتنا کہنے آئی ہوں کہ یہ ایک ٹھیکانہ تھم کی حرکت تھی۔!“

”اک کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔!“

”لیکن مہاپاگل کی نظریوں میں آنے کے بعد کوئی راز... راز نہیں رہتا۔... کیونکہ ان سے لڑاکام کلام ہوتا تھا۔!“

”ارو... میں...؟“ عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔!

”وہ خلائی دور کے مہدی ہیں....!“

”بیٹھ جاؤ... بیٹھ جاؤ...!“ عمران کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”تم نے تو میری ہوا بگاڑ دی!“

”اب بھی کچھ نہیں بگزا... خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو!“

”ہر وقت انگلارہتا ہوں.... اندر سے مسلمان ہی ہوں!—!“

”کسی بلیک میلر کو قطعی حق نہیں پہنچا کر وہ خود کو مسلمان کہے!“

”یقین کرو تم لوگوں کے معاملات میں یونہی سی دلچسپی لے رہا ہوں.... بس جی بہل جا ہے... دلچسپی نہ لیتا کیونکہ میں خود بھی کیا نہ کسی قسم کے پاگل پن میں بتلا معلوم ہوتا ہوں۔“

لیکن اس دن تالاب میں آگ لگ جانے والے واقعہ نے مجھے چونکا دیا تھا!“

”تو تم اسے کیا سمجھتے ہو....؟“

”کمال کرنے ہو.... اگر مجھ لیتا تو میک اپ کر کے تمہارے بیہاں پہنچنے کی کیا ضرورت تھی!“

”مرش کرو... مدمود فزادیں.... پھر کوئی نامارکیاں بگاڑ لے گا!“

”بکار نے ہا سوال ہی نہیں.... دوسروں کی ٹوہ میں رہتا میری ہابی ہے۔ جسی کبھی یہ الی ذریعہ معاش بن جاتی ہے!“

”ایسے مجرم جو قانون کی گرفت میں نہ آتے ہوں.... میرا حصہ خود ہی مجھ تک پہنچا۔ یہ یہاں اور تم اسے نہ رانہیں سمجھتے!“

”اچھا یا بُرائی کا سوال ہی نہیں....!“

”ویکھنا کس طرح تمہیں راہ راست پر لا جاتا ہے!“ باولی کے لمحے میں دھمکی تھی۔

عمران نے کسی روشنی ہوئے پیچے کا سامنہ بنایا اور دوسرا طرف دیکھنے لگا۔

وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔ ”کل سے تم لازماً و گھنٹے ہمارے ساتھ گزارو گے۔!“

”زیر دستی!....!“

”ہاں.... اگر خود سے نہ آئے تو اٹھوائے جاؤ گے....! بس اتنا ہی کہنا تھا مجھے!“

وہ تن تلتی ہوئی انھی اور دروازہ کھول کر باہر نکلی چل گئی۔!

جو زوف جہاں پہلے تھا وہیں اب بھی نظر آیا۔... عمran نے ٹھنڈی سانس لے کر اس کی طرف دیکھا اور آہستہ آہستہ منہ چلانے لگا۔

”اُبھی میں نے جاگتے میں ایک خواب دیکھا ہے باس!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”اور وہ خواب سنائے گا ضرور!....!“ عمران نے اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔

”میں تمہارا بد خواہ تو نہیں ہوں باس!“ جتنی دیر میں زبان ہلاوں تم اپنے کافنوں کو تکلیف دو!“

”بس اس کا خیال رکھنا کہ میرا ہاتھ سے ملنے پائے!....!“ عمران نے لاپرواٹی سے کہا اور آرام

کر سی کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں!“

”میں نے دیکھا باس جیسے ایک بہت بڑا سالخور دگدھ میرے باپ کی قبر پر منڈ لارہا ہے!“

”ابے تو تیرے باپ کی قبر سے مجھے کیاسر دکار!....!“

”تم بھی تو میرے باپ ہی ہو....! اب خواب ایسے تو ہوتے نہیں کہ مژر علی عمران کسی

بڑی مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہیں!“

”اچھا تو یہ تیری پیشیں گوئی ہے کہ میں کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہونے والا ہوں!....!“

”یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا... پھر بھی... دراصل یہ عورت مجھے اچھی نہیں لگتی باس!“

”سلیمان کے لئے بھی!....!“

”میرا مطلب سمجھنے کی کوشش کرو بسا!....!“

”بہتر یہ ہو گا کہ تم میرا مطلب سمجھنے کی کوشش کرو اور دفع ہو جاؤ!....!“

جوزف چپ چاپ کرے سے نکل گیا۔ اس کے چہرے سے تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔



صدر نعمانی اور صدر یقینی عمران کے فلیٹ کی گمراہی کر رہے تھے۔ ان کا ذیال تھا کہ وہ اپنے فلیٹ میں بے خبر سورہا ہو گا۔

انہیں تورات گیراہ بجے ایکس ٹوکی طرف سے ہدایت ملی تھی کہ عمران کے فلیٹ کی گمراہی کی جائے کوئئہ وہ خطرے میں ہے۔

تینوں نے الگ الگ جگہوں پر پوزیشن لے رکھی تھی۔ اس وقت رات کے ڈیڑھ بجے تھے.... اور وہ ملک کے نعروں کے علاوہ اور کچھ نہیں سن رہے تھے جو ہمیشہ انہی اطراف کے چکر کا ناتھا۔ دن ہو یا رات اسے قرار نہ تھا....! بھی بیہاں ہے اور پل بھر کے بعد کہیں اور نظر آتا۔

عمران کے ماتھوں کے لئے وہ کوئی نئی چیز نہیں تھی۔ سالہاں سال سے اسے وہ انہی اطراف

میں دیکھتے آئے تھے۔

160

اس وقت اچانک وہ صدر کی کار کے پاس آگھڑا ہوا۔۔۔ صدر کار کی اگلی سیٹ پر اسٹینگر ملک کھڑکی میں منہ ڈال کر غایا۔۔۔ ”تم کون ہو اور اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔“

”میرا صاحب سامنے والی عمارت میں ہے۔۔۔ صدر نے جواب دیا۔

”کب تک رہے گا سامنے والی عمارت میں۔۔۔“

”اوہ بابا۔۔۔ میری جان چھوڑو۔۔۔ میں کیا جانوں کب تک رہے گا۔۔۔ مرضی کامالک ہے۔۔۔“

”اڑے تو تم کیوں بگڑتا ہے۔۔۔ بابا۔۔۔ اس سے بولو۔۔۔ وفن ہو جائے اسی عمارت میں۔۔۔“

ٹھیک اسی وقت صدر نے محسوس کیا کہ جیسے اس کا سر دفتہ پھر اگیا ہو پھر اس نے لاکھ لاکھ مکھیں پھاڑیں لیکن خود فراموشی سے نہ فجح سکا۔۔۔ اور جس وقت اس کا ذہن جواب دے رہا تھا اس نے سوچا کہ یہ کسی قسم کی گیس ہی کا اثر ہو سکتا ہے۔

دوبادہ آنکھ کھلی تو خود کو ایک کرسی پر جکڑا ہوا پلایا۔۔۔ نعمانی اور صدیقی بھی اسی حال میں نظر آئے اور چوتھا دمی ان کے لئے اجنبی تھا۔۔۔ وہ ان سے سات آٹھ فٹ کے فاصلے پر کھڑا نہیں دشمنوں کی سی نظر سے گھورے جا رہا تھا۔

اس کے چہرے پر اتنی گھنی موچھیں اور ڈاڑھی تھی کہ دہنہ انہیں میں چھپ کر رہ گیا تھا۔

دفعتاً اس نے فرش پر پیر پیچ کر پوچھا۔۔۔ ”عمران کہاں ہے۔۔۔“

”پہلے تم اس حرکت کا مطلب بتاؤ۔۔۔“ صدر دہاڑا۔

”تم تینوں اس کے فلیٹ کی نگرانی کر رہے تھے۔۔۔“

”میں ان دونوں کو نہیں جانتا۔۔۔“ صدر بولا۔

”میکوں ہے۔۔۔“ اجنبی نے نعمانی اور صدیقی کو گھورتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے نعمانی سے پوچھا۔ ”تمہارا نام کیا ہے۔۔۔“

”ربانی۔۔۔ غلام ربانی۔۔۔“

”تم اس وقت وہاں کیا کر رہے تھے۔۔۔“

”مجھے ایک عورت کی تلاش تھی۔۔۔“

”تمہارا کیا نام ہے۔۔۔“ اس نے صدیقی سے پوچھا۔
”عبد الرحمن۔۔۔“
”تم کیا کر رہے تھے۔۔۔؟“
”آوارہ گردی۔۔۔! اگر میں پولیس کے ہاتھ نہیں پڑا۔۔۔ اور تم بھی میرے ہی جیسے ہو تو لارڈ دست کا ہاتھ آگے بڑھاؤ۔۔۔“
”کیا کواس کر رہے ہو۔۔۔!“

”میں ایک ماہر نقشبند ہوں۔۔۔ جہاں سے تم نے مجھے پکڑ لایا ہے وہیں قریب ہی ڈسٹ بن میں میرے آلات کا چرمی تھیلا پڑا ہوا ہے۔۔۔!“

”اچھی صدیقی ہو جائے گی۔۔۔!“
اجنبی اس وقت ایک پیپرے ہوئے ریچھ سے مشابہ نظر آرہا تھا۔۔۔ اس کی ڈاڑھی اور بے مرمت موچھوں کے درمیان اس کی بہت زیادہ ابھری ہوئی تاکہ ریچھ کی تھو تھنی ہی لگتی تھی۔۔۔ اس نے فون کاریسیور اٹھا کر کسی کو ڈسٹ بن اور چرمی تھیلے سے متعلق ہدایات دیں اور ریسیور کریڈل پر پنک کر صدر کی طرف مڑا۔

”تم یقین نہ دلا سکو گے۔۔۔ کہ عمران کے ساتھی نہیں ہو۔۔۔!“
”میں کسی عمران کو نہیں جانتا۔۔۔ وہی صاحب کا ڈرائیور ہوں۔۔۔ یقین نہ آئے تو فون کر کے معلوم کرلو۔۔۔ ہو سکتا ہے وہ اب تک میری گمشدگی کی روپورث درج کر اچکے ہوں۔۔۔!“
اچانک ایک زور دار نفرہ متاثر دیا۔

”دم مست قلندر دھر رگڑا۔۔۔!“
اور دوسرے ہی لمحے وہ ملک چھٹا جاتا ہوا کمرے میں گھس آیا جو صدر کی بے ہوشی سے کچھ دیر قبل تک اس سے اوٹ پنگ گفلگو کرتا رہا تھا۔

”ابے۔۔۔ یہ کیا کھڑا گ پھیلایا ہے تو نے۔۔۔!“ اس نے چھٹا گھما کر خس نما اجنبی سے کہا۔
”تینوں میرے مرید ہیں جلا کر بھشم کر دوں گا۔۔۔“
اجنبی نے بڑی پھرتی سے ریو اور نکلا اور اسے کور کرتا ہوا بولا۔ ”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔۔۔!“
”ابے کس سے کہہ رہا ہے۔۔۔ مجھ سے۔۔۔! دم مست قلندر دھر رگڑا۔۔۔ جلا گولیاں اور

دیکھ قدرت کا کر شمہ... یہ ہاتھ تیرے کہنے سے نہیں اٹھیں گے لیکن وہ وقت دور نہیں جب
تجھ پر اٹھ جائیں... دم مست قلندر...!“
”میں کہہ رہا ہوں چٹا میں پر ڈال دو...!“ جبکی ریوالور کو جنمیش دے کر دھڑا۔ ”اور اپنے
ہاتھ اوپر اٹھاؤ...!“

قلندر نے اچانک چمنا اس انداز سے پھینکا کہ وہ اس کی دونوں پنڈلیوں کی بڑیوں پر کاری
ضرب لگاتا ہوا فرش پر آ رہا... ساتھ ہی قلندر نے بھی اس پر چھلانگ لگادی تھی!—
ریوالور والا ہاتھ قلندر کی گرفت میں آ گیا تھا... ایک ہی جھٹکے میں ریوالور اجنبی کے قپے
سے نکل کر دور جا پڑا... پھر قلندر نے اجنبی کو چھوڑ کر دوسرا چھلانگ لگائی اور قبل اس کے
اجنبی بھی اٹھ کر ریوالور کی طرف جھپٹتا...! اس نے وہ دروازہ بولٹ کر دیا جس سے داخل ہوا
تھا! اس سے نپٹ کر پلٹا ہی تھا کہ اجنبی سے دوبارہ نکلا ہو گیا۔

”دم مست قلندر دھر رگڑا!“ کافرہ مار کر قلندر نے اسے سر سے اونچا اٹھایا اور فرش پر
دے مارا۔

پھر اس کے جڑوں پر اتنے ہاتھ جمائے کہ وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔

”دم مست قلندر...!“ مانگ اسے چھوڑ کر وہاں سے ہٹا اور ان تینوں کو یکے بعد دیگرے
رسیوں کی بندشوں سے نجات دلائی۔

”پیرو مرشد... دست بوسی کی اجازت دتھے...!“ صدر اسے شرات آمیر نظروں سے
دیکھتا ہوا بولا۔

”نکل چلنے کے ڈھنگ کرو پچھے... جہنم میں آ پھنسے ہو... یہاں سے نکل جانا... آسان
کام نہ ہو گا!“ یہ عمران کی اصل آواز تھی۔

”اوہو... نہماں بیس...!“ سعدیق اور نعمانی یہ زبان ہو کر لے۔

”نسوں بالتوں میں نہ پڑو... ذرا دیکھو تو یہ... ریچھ ہے کوان...!“

”چاروں بے ہوش آدمی کی طرف بڑھے ہی تھے کہ پوری مارت گنیوں سے سورت
لوں نجاحی!“

پھر تو وہ جہاں تھے وہیں ٹھم گئے... اور دوسرے ہی لمحے میں اس دروازے پر دوسرا
طرف سے ضریبی شروع ہوئیں جسے عمران نے بولٹ کیا تھا!—
دیکھتے ہی دیکھتے دروازہ اکھڑ کر کرے کے وسط میں جا پڑا اور پانچ آدمی اندر گھس آئے۔

اوہو... تو آپ لوگ ہیں عمران نے فرش سے چمنا اٹھاتے ہوئے کہا
بے ہوش آدمی کا ریوالور نعمانی پہلے ہی اٹھا چکا تھا... اس نے انہیں کو کرتے ہوئے ہاتھ
اٹھانے کو کہا... انہوں نے بے چوں و چرا تعمیل کی تھی۔

”اب دروازے کی طرف ٹڑو... اور ہمیں عمارت سے باہر نکلنے میں مدد دو...!“ عمران
نے غرا کر کہا۔ ”ورنہ ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا!“
انتہے میں بے ہوش ریچھ نما آدمی بھی ہوش میں آ گیا۔
بوکھلا کر اٹھا اور ارے ارے کرتا ہوا ان پانچوں کی طرف جھپٹا ہی تھا کہ عمران نے ناگ ماری
اور وہ پھر منہ کے بل گر پڑا۔

اس نئی پچویشن کی بناء پر نعمانی کی توجہ پل بھر کے لئے ان پانچوں کی طرف سے ہٹی ہی تھی
کہ ان میں سے بیک وقت دو آدمی اس پر ٹوٹ پڑے۔

بس پھر کیا تھا جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی۔ اس ایک ریوالور کے لئے وہ جانوروں کی طرح
ایک دوسرے پر پل پڑے۔

عمران نے دیکھا کہ ریچھ کا ہم شکل نکل بھاگنے کی فکر میں ہے لہذا وہ چمنا بھاجتا ہوا اس کے
پیچھے دوڑا... انتہے میں ان پانچوں میں سے کسی ایک ناگ چل گئی اور وہ سنجنے کی کوشش کے
باوجود بھی منہ کے بل فرش پر آ رہا۔

پھر جتنی دیر میں دوبارہ اٹھتا اس کاشکار نہ جانے کہاں غائب ہو چکا تھا۔
ادھر ان پانچوں نے قیامت مجاہد کی تھی... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان لوگوں کو زندہ بچ کر
نہ جانے دیں گے۔

عمران کو صرف ناگ مار کر نظر انداز کر چکے تھے... اچانک عمران اٹھا اور چمنا سنبنیاں ران
پر ٹوٹ پڑا۔

پانچ سردوں پر صرف پانچ ضربات... یکے بعد دیگرے پانچوں شہیروں کی طرح ڈھیر

”نکل چلو“ عمران غریباً...! ”میرے پیچھے آؤ...!“

یہ وہی عمارت تھی جہاں عمران بھیت ایک پی دن میں گھرا گیا تھا۔ ابھی وہ نکاسی کے دروازے تک بھی نہیں پہنچ سکتے کہ صدر بوکھارے ہوئے بجھ میں بولا۔ ”پھر وہی بولے... جس نے مجھے بیہوش کر دیا تھا!“

”سانس روک کر چلو...!“ بس قریب ہی ہیں...!

نکاسی کا دروازہ مغلن نہیں تھا...! اشناک ابھی تک انہوں نے اس میں دوسرا قتل ہی نہیں ڈالیا تھا... وہ لان پر نکل آئے۔

”تیری سے قدم اٹھاؤ...!“ عمران بولا۔ ”ہو سکتا ہے پھاٹک پر ہمیں روکنے کے لئے کوئی موجود ہو...!“

”اوہ...! ای تو بیلیون معلوم ہوتی ہے...!“ غمانی بڑا بڑا۔

”بھی ہاں... وہی ہے...!“ بس چلتے رہے۔“

پھاٹک مغلن ملا...! لہذا سڑک پر پہنچنے کے لئے انہیں اس پر چڑھنا پڑا تھا۔

”م... میری گاڑی کہاں گئی...!“ صدر بڑا بڑا۔

”بھی... تو کیا وہ آپ کی گاڑی بھی ساتھ ہی باندھ لیتے...!“ عمران نے اس کے شان پر چنے کی ہلکی سی ضرب لگا کر کہا جناب عالی آپ لوگ ایک امپالا میں بیہاں لائے گئے تھے جس کی ڈگی میں ہم تشریف فرماتے...!“ دم مست قلندر...! چلو بیدل ہی چلو...!“

”لیکن وہ قلندر کہاں گیا...!“

”پاؤ بھر چرس...! جب تک ختم نہیں ہو جائے گی اپنی کوٹھری سے برآمد نہیں ہو گا...“ قیام و طعام کا بندوبست بھی میرے ذمے...!“ عمران نے کہا اور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”اپنا تو پسہ ہی ایسا ہے کہ شراب اور چرس وغیرہ پر ضائع ہوتا رہے...!“ جوزف کو موت آتی ہے اور نہ مجھے...!“

”آخر چکر کیا ہے...?“ صدر نے پوچھا۔

”اپنے باس سے پوچھنا میں کچھ نہیں جانتا!“

”اس سفارت خانے سے پاگلوں کی انجمن کا کیا تعین...!“

”اب تم خاموش رہو...!“ ورنہ تمہیں دھوکے سے چس کا ایک سگریٹ پلاؤں گا...!“ دم مست قلندر...!“

اچانک انہوں نے پولیس کی گاڑی کا سائز سن اور عمران نے چھتا بجا کر کہا۔ ”سڑک چھوڑ عمارتوں کے درمیان سے کسی اور طرف نکل چلو...!“

پھر خود اس نے ان کی رہنمائی کی تھی...! اور آڑے تریچے راستوں سے دوسری طرف چلا گئے تھے۔

انہوں نے کسی بڑی ڈیکٹی کی اطلاع پولیس کو دی ہو گی۔ دم مست قلندر وہ رگڑا...! تیریوں اب میک اپ میں رہو تو بہتر ہے...! صبح کے اخبارات میں علیے جاری ہو جائیں گے۔“

”آئی اس بے چارے ملنگ کی شامت...!“ صدر فہش کر بولا۔

”اسے کوئی ہاتھ بھی نہ لگا سکے گا۔“

”تم دونوں پر کیا گذری تھی صدر نے نہماں اور صدیقی سے پوچھا۔

”غفلت میں بارے گئے...! اسکی نے پشت سے سروں پر وار کئے تھے۔!“ عمران بولا۔ ”اور تم دیکھتے رہے تھے...?“ صدیقی بھنا کر بولا۔

”پھر اور کیا کرتا جناب عالی...!“ آپ کے چیف نے آج تک مجھے کوئی ایسی ہدایت نہیں دی

کہ اگر میرے ماتحت پڑ رہے ہوں تو تم بھی ساتھ ہی پٹ جانا...!“

”منقول باقاعدے میں کیا رکھا ہے...!“ صدر بولا۔ ”ہمیں جلد نے جلد اپنے اپنے ٹھکانوں پر چک جانا پڑتا ہے۔!“



عمران کے اندازے کے مطابق دوسری صبح بھی بیگمہ خیز ثابت ہوئی۔ سفارت خانے کی ایک عمارت جو گریٹم روڈ پر واقع تھی اور جس کا نمبر شماری بیلیون تھا ایک بہت بڑی ڈیکٹی سے متاثر ہوئی تھی۔ اخبارات نے شہ سرخیاں جھائی تھیں۔ ڈاکوؤں میں سے دو کے علیے بھی بیان کئے گئے تھے۔ ان میں سے ایک تو ملنگ تھا جس کا حلیہ بیان کرنا کسی کے لئے بھی مشکل نہ ہوتا...! لیکن ایک حلیہ اور بھی تھا جو اپنی غیر معمولی حرکتوں کی بناء پر سفارت خانے کے کسی آدمی کے ذہن

میں محفوظ رہ گیا تھا... اور یہ حلیہ سو فیصدی عمر ان کا تھا۔

حملہ آوروں کی کل تعداد پانچ تباہی گئی تھی... ویسے حقیقتاً ملک سیمت صرف چار تھے۔ تقریباً پچاس ہزار روپے کا سامان (خبر کے مطابق) وہ لوگ اٹھائے گئے تھے۔

بہر حال عمران کے لئے بہت بڑا خطرہ موجود تھا لیکن اس کے باوجود بھی وہ نو بجتے بجتے شر محل جا پہنچا تھا! ریڈی میڈ میک اپ اس کے چہرے پر موجود تھا... وہی پھولی ہوئی تاک اور گھنی موچھوں والا میک اپ... اور شش محل کے کپاٹھ میں قدم رکھتے ہی وہ میک اپ بھی جیب میں پہنچ گیا تھا۔

وہ بڑے اطمینان کا مظاہرہ کرتا ہوا اس ہال میں داخل ہوا جہاں پاگلوں کا اجتماع ہوا کہا تھا... وہاں ابھی زیادہ بھیڑ نہیں تھی اور ڈائیس بھی خالی پڑا تھا۔

عمران سید حاذ اُس پر جادھ کا لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ وہ اسی پر بیٹھ گیا جس پر مہاپاگل بیٹھا کرتا تھا۔ بیٹھا رہا... پدرہ بیٹیں مت اسی طرح گزر گئے... پاگل بھی شور مچانے لگتے اور کبھی ہال میں ایسا نہ اٹھا جاتا ہے وہاں ایک آدمی بھی موجود نہ ہو۔

اچانک صدر دروازے میں پاؤں دکھائی دی... اس کے پیچے ایک آدمی اور بھی تھا۔

عمران نے ہاتھ ہلا کر باوی کو اپنی طرف متوجہ کیا اور وہ تیری سے ڈائیس پر چڑھ آئی۔

اٹھو... اٹھو... اس کرسی کی قیمت نہ کرو... تم اس قابل نہیں ہو۔“

باوی نے عمران کا بازو پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”اٹھ گیا؟“ عمران اٹھتا ہوا بیوالا اور اس سے بازو چھڑا کر ڈائیس کے سرے کی طرف بڑھ گیا۔

اب وہ دونوں ہاتھ اور اٹھائے جیجی جیج کر کہہ رہا تھا۔ ”میرے دوستو... معزز پاگلو... آج سے میں بھی تم میں شامل ہو گیا ہوں... مہاپاگل کی پرکشش شخصیت نے مجھے بھی دیوالی گلی پر مجبور کر دیا ہے اور اب میں جا رہا ہوں... آج صرف یہی اطلاع دینی تھی کل سے تم لوگوں میں مل بیٹھوں گا!“

پھر وہ ڈائیس سے اتر کر صدر دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ باوی نے راستہ روک لیا۔

”تم اس طرح نہیں جا سکتے!“ اس نے کہا۔

”کیوں...؟ تم نے بلایا تھا... ایں آگیا... اب جا رہا ہوں...!“

”میں نے تمہیں بلایا تھا اور روک رہی ہوں....!“

اوی کے ساتھ آنے والا آدمی اب بھی اس کے پیچے کھڑا تھا کچھ عجیب سی شکل تھی۔ پہنچنے کیوں اسے دیکھ کر ایک موٹی سی لوکی کا تصور ذہن میں ابھرنا تھا۔

وہ دا بھی نزلہ کے کسی مریض کی طرح تاک سے متواتر ”شوں شوں“ کے جارہا تھا۔

یہ بھلی ہے... اس سے ملو...! باوی نے مزکرا اس آدمی کی طرف اشارہ کیا۔

”کیا یہ بھی کوئی عہد ہے...!“

”ہاں... یہاں بھلی سے مراد جو اکٹھ سیکر شیری ہے۔!“

”آدمی بجالا تا ہوں... جتاب عالی...!“ عمران نے بڑے ادب سے اسے سلام کیا۔

”شوں شوں...!“ مجھے لکھوئی آدمی پسند نہیں ہیں... شوں شوں... وہ برا سامنہ بیکار بولا۔

”اچھا ہے... بھوتی کے... اب بتا کیا اخوال ہیں!“ عمران نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر پوچھا... اور اس کی حالت غیر ہو گئی ”شوں شوں“ میں اضافہ ہو گیا۔

چہرے پر زلزلے کے سے آثار تھے... کبھی ہونٹ کا نیچتے اور کبھی گالوں کی بوٹیاں پھر کئے لگتیں۔ اس کی زبان سے بدقت صرف اتنا ہی نکل سکتا تھا۔ ”وو... دیکھ رہی ہیں آپ...!“

اس کے بعد وہ باقاعدہ طور پر چیخ چیخ کر رہا تھا اور باہر نکل گیا تھا۔

عمران نے دیکھا کہ باوی ایک بہت ہی بے ساختہ قسم کی سکراہٹ کا گلا گھوٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔

عمران تھیرانہ انداز میں دروازے کی طرف دیکھتا رہا... وفتا باوی نے مضھل سی آواز میں کہا۔ ”تم نے اس وقت ایک بہت ہی مظلوم آدمی کا دل دکھایا ہے۔!“

”دل دکھایا ہے...!“ عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

”ہاں وہ بہت مظلوم ہے... دنیا نے اسے اس کے باپ کا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔!“

”یہ تو بہت اچھی بات ہے! کاش دنیا مجھے بھی میرے باپ کا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دے؟“

”کیا بکواس ہے...!“

”یقین کرو... بڑی کوفت ہوتی ہے جب لوگ یہ کہتے ہیں اتنے بڑے باپ کا بیٹا ایسی

حرکتیں کرتا پھر تاہے۔!

”میوں کرتے ہو ایسی حرکتیں....!“

”ہوش مندی کی باتیں نہ کرو.... میں یہاں پاگل بننے آیا ہوں۔!“

”آئی ایم سوری....!“

”ہاں تو اب آؤ.... معاملے کی طرف.... میں تمہاری ہدایت کے مطابق آپنچا ہوں....“

ڈرپوک، ہوں.... سوچا کہیں تم تجھ گھر سے نہ اٹھو والو....!“

”کام کے آدمی بن جاؤ گے.... اگر مہاپاگل کی تعلیمات پر عمل کیا۔!“

”تعلیم نمبر ایک....!“ عمران کا لہجہ استفہامیہ تھا۔

”یہ بھول جاؤ کہ تم کون ہو....!“

”چلو بھول گیا....! تعلیم نمبر دو....!“

”خود کو کسی سے برتر نہ سمجھو....!“

”آج تک نہیں سمجھا.... تعلیم نمبر تین....!“

”کیا تم مجھے حق سمجھتے ہو....!“

”پاگل.... صرف پاگل....!“

”عمران بڑے خزارے میں رہو گے.... دنیا چند روزہ....!“

”ہوا کرے.... اگر پل بھر کی بھی ہے تو مجھے کیا....؟“

”کاش تم کام کے آدمی بن سکتے۔!“

”میں مہاپاگل سے مل کر معافی مانگنا چاہتا ہوں۔!“

”رہائشی حصہ میں تم میک اپ کے بغیر نہیں جا سکتے۔ چیتاڑی طرح خار کھائے ہوئے ہے۔!“

”میں اس سے بھی معافی مانگنا چاہتا ہوں۔!“

”بور مت کرو.... کل سے میک اپ ہی میں آتا۔!“

”میا فائدہ مہاپاگل کو تو معلوم ہی ہو جاتا ہے۔!“

”یہ مہاپاگل ہی کا مشورہ ہے....!“

”بڑی عجیب بات ہے....!“ عمران نے کہا اور اس کے چہرے پر ایسے آثار نظر آئے چھے۔

دور کی کوئی آواز سننے کی کوشش کر رہا ہو۔!

”میا بات ہے....؟“ باولی نے اُسے نٹولے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”م..... میں شائد باتھ روم کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔!“

”اوہ اچھا.... وہ دیکھو بائیں جانب سرے پر گلیار ہے ادھر چلے جاؤ۔!“

عمران نے تیزی سے قدم بڑھائے.... بائیں جانب گلیارے میں کئی باتھ روم نظر آئے۔

وہ بڑی تیزی سے لیکے بعد گیرے ہر ایک کادر روازہ کھولتا گیا اور آخر کار... ایک میں داخل ہو گیا۔

اس باتھ روم میں ایک کھڑکی بھی تھی.... جو عقی پارک میں کھلتی تھی اور اس میں سلاخیں نہیں تھیں۔

عمران نے بڑی پھرتی سے کوٹ اتارا اور اسے الٹ کر دوبارہ پہن لیا.... اب کوٹ کی

نویت ہی بدلتی چکی تھی۔ اس کے بعد ”ریڈی میڈ میک اپ“ ناک پر جاتا ہوا کھڑکی کھولنے لگا۔

بھر عقی پارک کی طرف اتر جانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

کپاڈنڈ پولیس کی گاڑی کے سائز سے گونج رہا تھا۔ غالباً اس نے اس کی آواز سن کر باتھ روم کا رخ کیا تھا.... وہ کچھ دیر تک عقی پارک کی بے ترتیب روئیدگی کا جائزہ لیتا رہا پھر ادھر ہی سے سڑک کی طرف روانہ ہو گیا۔



محکمہ سراغِ رسانی کے آئینہ نئی کاست اکوپنٹ کا انچارج کیپشن فیاض کے آفس میں داخل ہوا.... اس کے باتھ میں ایک فائل تھا.... فائل اس نے کیپشن فیاض کے سامنے رکھ دیا اور

بولا۔ ”میں نے ان پانچوں کو الگ الگ ٹھائی کیا ہے.... ان کے بتائے ہوئے ہی میں سر مو فرق نہیں ہے.... پانچوں تصویریں فائل میں موجود ہیں۔!“

”ہوں.... اچھا.... اب تم جاؤ.... میں دیکھوں گا۔!“

”انچارج کے چلے جانے کے بعد اس نے فائل کھول کر پانچوں قلمی تصاویر کے فوٹوپرنٹ نکالے اور بغور انہیں دیکھنے لگا۔ یہ تصویر ایک ہی آدمی کی تھی۔!“

”ٹویل سانس لے کر وہ کرسی کی پشت گاہ سے نکل گیا.... یہ تصویر عمران کی تھی.... فیاض نے تو محض زبانی حلے کی بنا پر عمران کے لئے کنوں میں بانس ڈالوادیے تھے۔

”بڑی عجیب بات ہے....!“ عمران نے کہا اور اس کے چہرے پر ایسے آثار نظر آئے چھے۔

کچھ ہی دیر پہلے کسی نامعلوم آدمی نے فون پر اطلاع دی تھی کہ عمران نواب شمو کے پاگ
خانے میں موجود ہے... لہذا اس نے وہاں فلاینگ اسکویڈ کی گاڑی بھجوادی تھی۔
نہ جانے کیوں اس باروہ ذاتی طور پر عمران سے نہیں الجھنا چاہتا تھا۔

پھر بھی یہ قصاویر رحمان صاحب کو بھجوادینے کی خواہش ضرور رکھتا تھا۔
اس نے یہی کیا... اپنے نوٹ کے ساتھ وہ فائل رحمان صاحب کو بھجوادیا... اور پھر
رحمان صاحب کے آفس میں اس کی طبلی ہو گئی۔

شاند رحمان صاحب کا موڈ پہلے ہی سے خراب تھا... فیاض کو دیکھتے ہی برس پڑے۔
”میرا خیال ہے کہ تم ذہنی طور پر دیوالے ہوتے جا رہے ہو...!“ انہوں نے میز پر ہاتھ مار
کر کہا۔ ”آئندہ نئی کاست کا رزلٹ مجھے بھجوانے کی کیا ضرورت تھی...؟“

”میں نے محض اس لئے یہ اقدام کیا تھا کہ آپ کو بھی علم ہو جائے۔!“
رحمان صاحب نے فائل اٹھا کر اس کے سامنے پھینک دیا اور بولے۔ ”میں کچھ نہیں منا
چاہتا... اگر وہ گرفت میں آ رہا ہے تو اپنا فرض پورا کرو...!“

”بب... بہت بہتر جناب...!“ فیاض نے بڑے ادب سے کہا اور فائل اٹھا کر ان کے
روم سے نکل آیا۔

بہت شدت سے جھنجھلا گیا تھا... اپنے آفس میں پہنچ کر اس نے فلاینگ اسکویڈ کے کمانڈر
کو فون کیا... اس نے بتایا کہ کچھ دیر قبل اس نے کیپشن فیاض کو رنگ کیا تھا... جواب نہیں ملا۔
”میں آفس میں موجود نہیں تھا...!“ فیاض نے ماٹھ پیس میں کہا۔ ”وہ ہاتھ آیا نہیں۔!
”وہاں موجود تھا... با تھ روم کی کھڑکی کے راستے فرار ہو گیا۔!“

”سائز بند کر دینا چاہئے تھا...!“
”آپ نے ایسی کوئی ہدایت نہیں دی...!“

”ہوں... اچھا... خیر...!“ فیاض نے بھنا کر ریسیور کریل پر چیخ دیا۔
اس کے بعد وہ آفس سے سیدھا عمران کے فلیٹ کی طرف دوڑا گیا تھا۔
ظاہر ہے کہ عمران وہاں کہاں ملتا... سلیمان موجود تھا... اس کی شامت آگئی۔
”جوزف کہاں ہے...!“

”قیولہ کر رہا ہے... جناب عالی...!“ سلیمان گھٹھا لیا۔

”جگاؤ سے... یہاں بلا کو...!“

”صاحب... میں جگاؤ تو اسے لیکن اس سے پہلے آپ ایکبو نیس گاڑی کے لئے فون کر دیجئے۔!
کیا بکواس ہے...!“

”میری بڑی پسلی ایک کردے گا حرام خور...!“

”جاو...!“ فیاض پیر پیچ کر دہاڑا... اتنے میں فون کی گھنٹی بجی... سلیمان نے کال ریسیو
کرنا چاہا لیکن فیاض نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا... پھر آواز بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے اس
نے کال ریسیو کی تھی۔

دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ ”کیوں بے سلیمان کے بچے یہ تیری آواز کو کیا
ہو گیا ہے...!“

”مجھے بخار ہو گیا ہے صاحب... اور آواز بھی بیٹھ گئی ہے... فوراً... آجائیے مجھ پر غشی
کی طاری ہو رہی ہے...!“

”ابے میں تو عالم ارواح سے بول رہا ہوں... آج صح بس سے چکل کر مر گیا تھا... میری
لاش سول ہستال کے مردہ خانے میں پڑی ہوئی ہے... شناخت کر کے گھر اٹھوا لیا... فیاض کو
بھی اطلاع دے دیجیا تاکہ گور و فن کامر حلہ بھی بے آسانی طے ہو سکے... اور سن...!“

لیکن فیاض جلا کر سلسہ منقطع کر چکا تھا پھر اس نے فوراً ہی دوسرے نمبر ڈائیل کئے اور ٹیلی
فون ایکس چینچ کے کسی ذمہ دار آدمی سے رابطہ قائم کر کے عمران کا فون نمبر بتاتے ہوئے کہا۔
”ابھی ابھی اس پر ایک کال آئی تھی معلوم کرو کہ کس نمبر سے آئی تھی...!“

”یور آئندہ نئی پلیز...!“

”فضول وقت نہ ضائع کرو... میں ایک ذمہ دار سرکاری آفیسر ہوں...!“

”بہت بہتر جناب... ہولڈ آن بکھے...!“

پھر شاند ایک منٹ بعد دوبارہ اس کی آواز سنائی دی۔ ”یہ کال پیک ٹیلی فون بو تھ نمبر گیا رہ
سے ہوئی تھی جو شہر کے اخباروں میں واقع ہے۔!
بہت بُرا سامنہ بنا کر اس نے سلسہ منقطع کر دیا۔

سلیمان جہاں پہلے کھڑا تھا وہیں اب بھی موجود تھا۔ فیاض چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر بولا۔
”اگر عمران کو یہ معلوم ہوا کہ اس کی کال میں نے رسیو کی تھی تو میں تیری کھال اتنا رہوں گا؟“
”پھر کیا بتاؤں گا جناب....! مجھ میں یہ صلاحیت نہیں کہ آواز بٹھا کر بات کر سکوں۔“

”میرے ساتھ چل....!“

”کہاں جناب....؟“

”تیری آواز بھی بیٹھ جائے گی اور کسی قدر بخار بھی ہو جائے گا!“

”سر کار میں نے کیا قصور کیا ہے....؟“

”چلو....!“ فیاض دھاڑا۔

ٹھیک اسی وقت جوزف کمرے میں داخل ہوا۔ اس وقت وہ مسلح تھا اور اس نے فونی وردی پہن رکھی تھی۔

”آپ بہت شور پچار ہے ہیں جناب....!“ اُس نے بڑے ادب سے کہا۔

”کیا مطلب....!“ فیاض کا لجھ قہر آکر تھا۔

”مطلوب یہ کہ یہ ایک معزز اور شریف آدمی کی قیام گاہ ہے۔“

”کیوں بکواس کر رہا ہے....؟“

”یہ میرا فرض ہے جناب....!“

”میں اسے اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں....!“ فیاض نے سلیمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

”کیا یہ جانا پاہتا ہے....؟“

”سلیمان نے اپنے سر کو منقی جبنتی دی اور جوزف بولا۔“ یہ نہیں جانا چاہتا جناب....!

”بکواس بند کرو.... اور یہاں سے چلے جاؤ....!“

”آپ اسے نہیں لے جاسکتے جناب....!“ جوزف نے ریو الور کے دستہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

بڑی عجیب بچوپیش تھی.... فیاض سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عمران کا کوئی ملازم اس طرح پیش آئے گا۔

”جھلاہٹ میں اس نے اپناریو اور نکال کر جوزف کو کور کرتے ہوئے کہا۔“ اپنے ہاتھ اور

اٹھا اور نیچے چلو....؟“

جوزف نے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے اور سلیمان سے بولا۔ ”میں تجھے جوفون نمبر بتا رہا ہوں اس پر ری کر کے یہ اطلاع دے دیجو کہ اجازت نامہ ٹی سی ایل تھرٹی سکس رکھنے والے کو ملکہ سراج سلیمان کے پیش فیاض نے گرفتار کر لیا ہے!“
پھر اس نے فون نمبر بتایا تھا۔

”یہ سب کیا بکواس ہے....؟“

”سلیمان....؟“ جوزف نے فیاض کی پرواہ کئے بغیر کہا۔

”میرے کوٹ کی جیب سے اجازت نامہ نکال کر اس آفسر کو دکھاؤ....!“

سلیمان آگے بڑھا دی تھا کہ فیاض نے اسے ڈانت دیا۔

”تو پھر آپ ہی تکلیف کیجئے.... میری بائیں جانب والی جیب میں موجود ہے!“

فیاض نے جوزف کی جیب میں ہاتھ ڈال کر آئینہ نئی کارڈ قسم کی کوئی چیز نکالی اور اسے دیکھا رہا۔

دفعۂ جوزف نے کہا ”وردی اور ریو اور ساتھ ہی ملے تھے۔ میں عمران صاحب کا باڈی گارڈ اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے ملاز میں اور املاک کا محافظ ہوں.... آپ یہاں سے سلیمان کو اس صورت میں لے جائیں گے جب خود وہ یہاں موجود ہوں۔ ورنہ ملکہ خارجہ کے سیکریٹری کو جواب دیں کرنی پڑے گی۔“

فیاض اجازت نامے کو میز پر پڑھ کر فلیٹ سے نکلا چلا گیا۔ سلیمان بھی جوزف کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی دروازے کی طرف۔

”تم بالکل گدھے ہو....!“ دفعۂ جوزف نے سلیمان سے کہا۔

”اگر میں اتفاقاً وادھرنا آنکھا تو وہ تمہیں لے گیا تھا۔“

”اچھا میرے باب جو تو کہے وہ ٹھیک ہے!“

”وہ کس کافون تھا....؟“

”شائد صاحب ہی کا تھا....!“

”اور اس نے سلیمان بن کر کال وصول کی تھی!“

”واقعی میری آواز بیٹھی جا رہی ہے.... میرا پیچھا چھوڑ....!“ سلیمان اپنی گرد مسلتا ہوا

باؤلی پھر اپنی جگہ واپس جا رہی تھی اب مہاپاگل ڈائس کے سرے پر تشریف لائے اور انہوں نے تین چار نام پکارے.... اور پھر بولے....! ”ایک ایک کر کے میرے پاس آؤ۔!

ایک آدمی مجھ سے آگے بڑھا اور اسٹیچ کے قریب پہنچ کر اس نے انگشت شہادت اٹھائی اور پنج آواز میں کہنے لگا۔ ”میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے ایک ماہ سے منشیات کو ہاتھ نہیں لگایا اور خدا کے بھروسہ پر عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی منشیات کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔!

”خدا تمہاری مدد کرے.... میں تمہیں جنت کی بیشارة دیتا ہوں....!“ مہاپاگل نے داہنا ہاتھ اٹھا کر کہا.... پھر مجمع کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”نکست....!

پہلا پاگل جا چکا تھا.... دوسرا پاگل اس کی جگہ پہنچ کر انگشت شہادت اٹھاتا ہوا بولا۔ ”میں بہ ہوش دھواس اعتزاف کرتا ہوں کہ میں نے تین ماہ ہوئے ایک بے حد شریف لڑکی پر ڈورے ڈالے تھے۔ لیکن اب خدا کو حاضر و ناظر جان کر عہد کرتا ہوں کہ اسے اپنی فریب کاری سے مطلع کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے اس سے قطع تعلق کرلوں گا۔ موجودہ تعلق کے دوران میں مجھ سے کوئی غیر اخلاقی یا غیر سماجی حرکت سرزد نہیں ہوئی۔!

”اور کچھ کہنا ہے تمہیں....؟“ مہاپاگل نے پوچھا۔
”نہیں....!

”اجھا تو اس لڑکی سے شادی کر لینے کی کوشش کرو.... اگر تم نے اس پر ظاہر کر دیا کہ تم فرمی ہو تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا.... دل توڑنا کبھی کوڑھادینے کے متراوف ہے۔!

”میں کوشش کروں گا مہاپاگل.... وہ دراصل میری ذات برادری سے تعلق نہیں رکھتی اس لئے.... اس کے اعزہ اس پر راضی نہیں ہوں گے۔!

ٹھیک اسی وقت کیسٹن فیاض ہال میں داخل ہوا.... اس کے ساتھ دو مسلح اور باور دی جوان بھی تھے۔

”ٹھہر و....!“ مہاپاگل کی دہائی سے دیواریں لرز گئیں.... اس کے مخاطب فیاض اور اس کے ساتھی تھے۔

وہ دروازے کے قریب ہی رک گئے۔

”کوئی مسلح آدمی یہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔!“ مہاپاگل نے کہا۔

دوسری صبح پھر عمران ”اشٹس“ میں جا رہا۔ آج بھی ریڈی میڈ میک اپ ہی میں تھا لیکن آج گلے میں کیمرہ لٹک رہا تھا اور ہاتھ میں فلیش گن تھی.... وہ سیدھا اسی ہال میں جا پہنچ جہاں پاگلوں کا جماعت ہوتا تھا۔

اتفاق سے آج دو اور پر لیں فوٹوگرافر بھی موجود تھے اس لئے خود اس کی طرف آئی نے بھی خصوصی توجہ نہ دی۔

ڈائس پر مہاپاگل، باؤلی اور خبیثی تینوں نظر آئے۔ دفعتاً باؤلی اپنی جگہ سے اٹھ کر ڈائس کے سرے پر آئی اور دوسروں کو مخاطب کر کے بولی۔ ”اب جلسے کی کارروائی شروع ہوتی ہے پر لیں فوٹو گرافر بھی موجود ہیں....! لیکن میں انہیں آگاہ کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ یہاں کی تصاویر نہیں لے سکتیں گے.... اگر کسی نے اس کی کوشش کی تو اس کا کیمرہ چھین کر توڑ دیا جائے گا۔!

”یہ زیادتی ہے محترمہ....!“ عمران نے ہاتھ اٹھا کر بدلتی ہوئی آواز میں کہا۔
”کوشش کر کے دیکھو کیا حشر ہوتا ہے۔!

عمران نے دوسرے فوٹوگرافر سے کہا۔ ”ایسے نامعقول پاگل آج تک میری نظر سے نہیں گزرے۔!

”آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں جناب....!“ ایک فوٹوگرافر نے اس سے پوچھا۔

”جباں سے دل چاہتا ہے تشریف لاتا ہوں۔ فری لانسگ ایک طرح کی بادشاہت سے“

”بخار شاد ہوا کہیں اس وقت آپ چڑیا گھر سے تو تشریف نہیں لائے۔!

ریڈی میڈ میک اپ میں وہ اچھا خاصا گوریلا گلتا تھا۔
”چڑیا گھر گونسلہ کھلاتا ہے۔!

”بھائی بذلہ سچ بھی معلوم ہوتے ہیں۔!“ پہلے کا لمحہ طنزیہ تھا۔

”منجان مر رنج....!“ دوسرے نے تصحیح کی۔

”مجھے رنج ہے کہ اس وقت آپ دونوں کے خلاف پاگل پن کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔!“ عمران مسکرا کر بولا۔ لیکن بیچاری مسکراہٹ گھنی موچھوں کی اوٹ میں دم توڑ کر رہ گئی۔

”تو سے مردوں کا جنگلی پین بہت بھاٹا ہے۔“
”واہ بھی...!“

”مودرن عورت جنگلی مرد چاہتی ہے۔“
”واقی....!“ چیتے کے دانت نکل پڑے۔

”اب جلدی سے اپنی ایک تصویر بنوالو۔۔۔ اگر اخبار میں چھاپ دی تو دیکھنا۔۔۔ مودرن ہوڑوں سے اس عمارت کی کپڑاٹ بھر جائے گی!“
”کھچو... کھچو... میری تصویر!“ جیتا کڑ کر بولا، اور تصویر کھچانے کی پوزیشن میں آگیا۔
عمران نے کیسرہ سنجالا۔۔۔ اور فلیش گن سیدھی کی۔۔۔ پھر بولا۔ ”کلوز اپ ہونا چاہیے!“ اور چیتے سے صرف تین فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔
لیکن فلیش گن سے روشنی کے بجائے سفید رنگ کا غبار نکل کر چیتے کے چہرے پر چھا گیا۔
عمران بڑی پھرتی سے کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا!

چیتا بے حس و حرکت کھڑا رہا۔۔۔
چند لمحوں کے بعد عمران پھر آگے بڑھا اور چیتے کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”اب بتاؤ کہی طبیعت ہے!“

لیکن جیتا خاموش کھڑا اس طرح خلاء میں آنکھیں پھاڑتا رہا جیسے اندر گاؤں کا اور بہرہ ہو گیا ہو۔
”اندر جا رہا ہوں، روکنا چاہو تو روک لو...!“ عمران نے اس کے گال پر ہلکی سی تھکی دے کر کھا۔ لیکن چیتے کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

عمران بڑے اطمینان سے اس کرنے میں داخل ہوا جسے وہ لوگ ڈرائیگ روم کہتے تھے۔۔۔
سینرہ اور فلیش گن وہاں پڑے ہوئے کاٹھ کباڑ کے ڈھیر میں چھپا دیئے۔۔۔
پھر ناک کا خول موچھوں سمیت چہرے سے الگ کر کے جیب میں ڈالا۔۔۔ اس کے بعد نہ

صرف کوٹ النا تھا بلکہ پتوں بھی الٹ ڈالی تھی اور اب وہ کریم گلر کے سوت میں تھا!۔۔۔
وہ منٹ پورے رہائشی حصے کا جائزہ لینے میں صرف ہوئے تھے اس کے بعد وہ پچھلے ایک دروازے سے نکل کر دوبارہ سامنے والے برآمدے میں آیا تھا۔۔۔
چیتا دیوار سے ٹیک لگائے فرش پر بے حس و حرکت بیٹھا نظر آیا۔۔۔ اس کی آنکھیں کھلی

”ہم ایک طرم کی تلاش میں آئے ہیں۔!“

”میں کہتا ہوں ان مسلح آدمیوں کو باہر نکال دو۔۔۔ ورنہ مجھ سے نہ کوئی نہ ہو گا!“
فیاض نے ان دونوں کو باہر چلے جانے کا اشارہ کیا۔

”اگر تمہاری جیب میں بھی روپا اور موجود ہو تو اسے باہر چھوڑ آؤ!“

”آپ میرے فرائض کی انجام دہی میں دخل اندازی کر رہے ہیں جتاب....!“ فیاض نے تاخوش گوار بھجے میں کھلا

”کیپٹن فیاض باہر چلے جاؤ۔۔۔ تم بھی باہر چلے جاؤ۔۔۔ میری چھت کے نیچے تم کسی قاتل کو بھی گرفتار نہ کر سکو گے!“

”بات نہ بڑھائیے نواب صاحب....!“

عمران نے آگے بڑھ کر دونوں کی تصویر لینے کی کوشش کی ہی تھی کہ اسے دھکے دے کر بال سے باہر نکال دیا گیا۔۔۔ کئی پاگل اس پر ٹوٹ پڑے تھے!

باہر نکل کر اس نے دونوں مسلح آدمیوں کو بڑے ادب سے سلام کیا اور بولا۔ ”کہنے آپ دونوں کی تصویر کھینچ لوں۔!“

”نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔!“ دونوں یک زبان ہو کر بولے۔

”بہت اچھا جناب۔۔۔!“ وہ احتراماً جھکا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔

اب وہ عمارت کے رہائشی حصہ کی طرف جا رہا تھا۔

چیتا حسب دستور صدر دروازے پر پھر دیتا ہوا نظر آیا۔

”کیا ہے۔۔۔ کدھر چلے۔۔۔!“ وہ عمران کو گھوڑا تاہو بولا۔

”آپ ہی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں جتاب عالی۔۔۔!“

”کیوں۔۔۔؟“

”پہنچ کب سے اس خواہش کو دل کی گہرائیوں میں پاپ رہا ہوں کہ آپکی بھی تصویر یہاں۔!“

”کیوں۔۔۔؟“

”اپنے اخبار میں چھاپنے کے لئے اور اپنی بیوی کی سنگار میز پر رکھنے کے لئے۔!“

”کیوں۔۔۔؟“

ہوئی تھیں... پلکیں بھی جھپکا رہا تھا... اس نے عمران کی طرف دیکھا بھی... لیکن اس کے
چہرے سے کسی تم کے بھی خذیبات کا اظہار نہ ہوا۔

”کیوں بیٹھے میں نے سا ہے کہ تم میرے خون کے پیاس سے ہور ہے ہو...!“ عمران نے
معنکھ اڑانے والے انداز میں اس سے پوچھا۔

چیتے نے بڑی بے بی سے اپنے سر کو منی جنتش دی۔

”کیوں...؟ کیا تم کچھ بیمار ہو...!“ عمران کا لہجہ ہمدردانہ تھا۔
اس نے پھر سر کو منی جنتش دی۔

”آخر بات کیا ہے تم کچھ بولتے کیوں نہیں...!“

اس نے بدقت اشارہ کیا کہ عمران اسے اٹھا کر اندر لے چلے۔

”اچھا... اچھا...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”تم یقیناً بیمار معلوم ہوتے ہو۔ چلو...!“

بغلوں میں ہاتھ دے کر چیتے کو اٹھاتے ہوئے اس نے ٹھنڈی سانس لی تھی اور بہت سمجھیگی
سے بولا تھا۔ ”میں تمہارے نئے دکھی ہوں.... تمہیں بہت پسند کرتا ہوں... کیونکہ تم ایک
طااقت ور آدمی ہو۔!“

چیتا اس کے ساتھ چل نہیں رہا تھا بلکہ گھنٹ رہا تھا... پھر اشارے ہی کر کے وہ اسے
پورے رہائش حصہ میں گھماتا پھر اتحاد۔

واہیار تم نے تو تھکامار اس وقت...!“ عمران نے ہاضمے کی اذکاری کرتے ہوئے کہا۔ ”آخر
چاہتے کیا ہو...!“

اس نے پھر سر کو منی جنتش دی اور اسے ذرا بینگ روم ملک لایا اور اشارہ کیا کہ اسے آرام
کر کی پر لایا جائے۔

اب عمران اس پر جھکا ہوا کہہ رہا تھا۔ ”کچھ منہ سے بھی یہلو میرے دوست! میں تمہارے
لئے کیا کروں...!“

چیتے نے اس بار اشارے سے کافرا اور قلم مانگا تھا۔

عمران نے جب سے اپنا قلم نکالا اور ذرا تری سے ایک ورق پھاڑ کر اس کے حوالے کیا۔ پھر
اس نے دیکھا کہ چیتا کچھ درپہلے کی کہانی لکھ رہا ہے۔ آخر میں اس نے شبہ ظاہر کیا کہ وہ فونگر افر

بھیں تھیں پر کوئی قیمتی چیز لے بھاگا ہے... پھر اس نے عمران سے استدعا کی تھی کہ وہ نواب شمو
عراں کی سیکریٹری کی واپسی بخ دیں تھیں۔!

عراں کے استفسار پر اس نے اپنی کیفیت یوں لکھی۔

”فلیش گن سے روشنی کے بجائے غبار سا کلا تھا، جو سانس کے ساتھ میرے جسم میں پہنچا
اور ہیرے اعصاب کو تاکارہ بنادیا، حق بند ہو گیا ہے کوش کے باوجود بھی بات نہیں کر سکتا۔!“

عراں اس واقعہ پر حیرت کا اظہار کر کے اسے دلاسے دیتا رہا... پچھو دیر بعد باولی کر رے میں

لائیں ہوئی عمران پر نظر پڑتے ہی بہت زیادہ تحریر نظر آنے لگی... لیکن شاہد اس کی موجودگی
تھی تھی زیادہ حیرت چیتے کو اس طرح آرام کر سی پر شم دزاد دیکھ کر ہوئی تھی۔

”کیوں تم یہاں کیوں لیٹے ہو...!“ وہ جھلا کر چینی اور اس سے کوئی جواب نہ پا کر عمران پر
الٹ پڑی۔

”یا تم نے اسے مارا ہے...!“

”یک نہ شد و شد...!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر یہاں اور وہ پرچہ باولی کی طرف بڑھادیا
چکیا ہو۔

باولی اسے پڑھ ہی رہی تھی کہ نواب شمو بھی کرے میں داخل ہوئے اور پھر تو زر اسی کی
لائیں وہاں خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا... انوب شمو کے ملازمین کی فون ہندی تاک اور گھنی موچھ
دلاسے فونوگر افر کو چاروں طرف تلاش کرتی پھر رہی تھی۔

”ہو سکتا ہے... کیپیٹن فیاض اسی آدمی کی تلاش میں یہاں آیا ہو...!“ باولی نے نواب شمو
کی طرف دیکھ کر کہا۔

”نہیں... وہ اور کوئی ہو گا...!“ نواب شمو عمران کو گھورتے ہوئے بولے۔ ”کیپیٹن فیاض
ان کی تلاش میں آیا تھا...!“

”کیچھے جناب عالی...! میں اپنی خوشی سے تو یہاں آیا نہیں...!“ عمران نے معموم لہجہ
ٹکی کہا۔ ”یہ آپ کی باولی مجھے دھمکی دے آئی تھیں کہ اگر میں نے روز کچھ وقت آپ لوگوں کے

سماں ہند گزار تو زبردستی گھر سے اٹھا لیا جاؤں گا۔!“

”کیوں...?“ نواب شمو باولی کی طرف دیکھ کر دھاڑے

”ہاں مہاپاگل.... اگر یہ آدمی بھی سیدھی را پر لگ جائے تو کیا برائی ہے۔“

نواب شمسو پھر کچھ نہ بولے لیکن غیظ و غضب ان کے چہرے سے صاف ظاہر ہوا تھا
اچانک انہوں نے عمران سے پوچھا۔ ”کیپن فیاض تمہیں کیوں گرفتار کرنا چاہتا ہے...؟“
”میں کیا جاؤں... ویسے وہ ایک احسان فراموش آدمی ہے...؟“
”یا میں بھگت ہے...؟“ نواب شمسونے طریقہ لمحے میں پوچھا۔

”دیکھئے جناب عالی... یہ بات مجھ سے شہ پوچھئے... آپ کو توالہام ہوتا ہے اور خدا سے تم
کلامی کا شرف بھی حاصل ہے، آپ کو لہذا مجھے بور نہ کہجئے...! خدا سے براہ راست معلوم
کر لجئے کہ کیا قصہ ہے...؟“

”کیا تم میراذاق اڑانا چاہتے ہو...؟“

”یہ اطلاع بھی مجھے باوی ہی سے ملی تھی کہ آپ کو خدا نے ایک خاص مشن پر دنیا میں بھیجا ہے؟“
نواب شمسو پھر کہنے ہی والے تھے کہ خلبی کرنے میں داخل ہوا... اور عمران پر نظر پڑتے
ہی بے ساختہ اچھل پڑا۔

”کیا بات ہے...؟“ نواب شمسو سے گھورتے ہوئے بولے

”تھی تھا... تھی تھا... جس نے کل میری توہین کی تھی... شوں شوں...؟“

”چپ ہے...! کیوں بکواں کر رہا ہے...؟“ عمران بولا۔

”دیکھا آپ نے شوں شوں... دیکھا... غصب خدا کا شوں شوں...؟“

”یہ کیا حرکت تھی...؟“ نواب شمسو نے عمران کو مخاطب کیا!

”باوی سے پوچھئے...! اس میں میرا قصور نہیں...! کل رات بہت ادب سے پیش آیا تھا
لیکن ان حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ یہ لکھنؤی آداب سے تنفر ہیں... لہذا میں عوامی بات
چیت پر اتر آیا۔ اب کیوں دم نکل رہا ہے ان کا...؟“

باوی ہنس پڑی اور خلبی شوں شوں کر کر ناہوا کرنے سے نکل بھاگا۔

یکچھ دیر خاموشی رہی پھر نواب شمسو بولے۔ ”کیپن فیاض مجھ سے کہہ رہا تھا کہ تمہیں اپنی
کپاڈوں میں قدم بھی نہ رکھنے دوں...! کیونکہ اب تم یہاں نیلگی سے ذاکر زندگی پر اتر آئے ہو!“
”اور آپ نے یقین کر لیا...؟“ عمران نے سر جھٹک کر پوچھا۔

”کر کرنے کی کوئی وجہ نہیں...!“

”اب مجھ سے تو اللہ میان سے بات چیت ہوتی نہیں اور نہ پوچھتا کہ یہ کیا آدمی آپ نے
کیا تھا...!“ فیاض تمہیں پہلے جو پویں والوں کی بات پر بھی یقین کر لیتا ہے۔
”لہذا سے شہ بڑھو...!“ باوی نہ صرف جیسی بلکہ عمران کو مارنے بھی دوڑی۔

”نہیں...! مہر و... رک جاؤ...!“ نواب شمسو ان کے درمیان آتے ہوئے بولے
”لے سے حق حاصل ہے...! میں ہر ایک کو تقدیم کا حق دیتا ہوں...!“ ٹھیک ہے امحچے اسی بات زبان
کے میں کا لئی چاہئے جس کا مجھے علم نہ ہو...!“

”واقعی آپ عظیم ہیں...!“ عمران کی قدر جھک کر بے حد سخیدگی سے بولا۔ سیدھا کھڑا
تھا اس کی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی تھیں اور پھر یہ میک اس پر ”سچائی“ کا دروازہ پڑ گیا۔ اور اس
لئے کاموں کیڑا سے کسرہ اور فلیش گن نکالے جیب سے ریڈی میڈ میک اپ بھی نکال کر نواب شمسو
کے ہند موں میں ڈالتا ہوا بول۔ ”وہ نالائق میں ہی تھا...!“ مجھ میں اتنی سکت نہیں ہے کہ آپ کے
ہاتھے جھوٹ بول سکوں...! مجھے معاف کرو سمجھے۔“

اس کے بعد چیتے کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ”بھائی چیتے... خدا کے لئے مجھے
معاف کرو...! اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ کہو کہ تم نے مجھے معاف کر دیا ہے...!“
چیتے کے ہونوں پر مختعل سی مکراہست نمودار ہوئی اور پہلی بار اس کی آنکھوں میں اطمینان
کی حملیاں نظر آئیں۔

”چلواب چین سے بیٹھ جاؤ...!“ نواب شمسو نے پر شفقت لہجہ میں کہا۔
”چیتا...! دس پندرہ منٹ میں بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔“ عمران نے بھرا ہی ہوئی آواز میں
انکھ پھر وہ ایک مودب مرید کے سے انداز میں گھٹنے موڑ کر فرش پر بیٹھ گیا تھا۔
باوی نے بھی اس کی تقلید کی اور نواب شمسو سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئے۔ چند لمحے عمران کو
ازم آمیز نظروں سے دیکھتے رہے پھر بولے۔ ”اس چیت کے لیے تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچ
سکتا...!“ فیاض تمہیں یہاں سے گرفتار نہیں کر سکتا...! ابھی ابھی ندائے غیب میں نے سنی ہے
کہ میری بھگت کا معاملہ نہیں...!“ فیاض کچھ تھمہیں ذاکر زندگی میں ملوث کرنا چاہتا ہے۔“

”اللہ تیر اشکر ہے...!“ عمران کی زبان سے مختدی سائس کے اتحاد نکلا۔

”تم دل کے نہ میں ہو...! جھیں ماخول نے بگاڑا تھا... مسٹر رحمان کی سخت گیر یوں کا شکار ہوئے ہو...!“ اب نواب شمو بولے۔ ”باؤلی ہی کی طرح تم بھی دوسروں کے رحم سے سخت ہو...!“

باؤلی جو قریب ہی بیٹھی تھی جبکہ کر عمران کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ ”اب بھی بھی دو...! مخصوص پھر وہ پر غم کے بادل ایچھے نہیں لگتے...?“

عمران کی بھی عجیب تھی... بھی زہا تھا اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بھی گز رہے تھے۔ نواب شمو اٹھ کر چلے گئے اور باؤلی اپنا بیان بازو عمران کی گردن میں ڈال کر داہنے ہاتھ سے آنسو خنک کرنے لگی۔

”دو...! دیکھو...! مم...! میں تمہارا نام مردم ہوں...!“ عمران ہکایا۔

”اس چھت کے پیچے سب ایک دوسرے کے حرم ہیں...!“ باؤلی نے کہا۔ ”صل بات تو دل کی ہوتی ہے... بیہاں کسی کے دل میں کھوٹ نہیں...!“

”اچھا... اچھا... اب مجھے کیا کرنا چاہئے...!“

”میرا خیال ہے کہ بچھے دن تم نہیں رہو... باہر نکلنے کی خرتوخت ہی نہیں...!“

”دم گھٹ جائے گا میرا... کیا تم نے نہیں دیکھا تھا کہ فیاض مجھے اس میک اپ میں نہیں پچھاں سکتا تھا...!“

”ہاں کمال ہے... اور تمہاری وہ تدبیر بھی بروی خوبصورت تھی لہ کے سامنے ہی باہر نکلا دیے گئے تھے...?“

استمنیں چیتا اٹھ کر رہا ہوا اور بار بار زبان مند سے نکال کر اس پر کچھ دیکھنے کی کوشش کرنے لگ۔ عمران اور باؤلی بھی اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گئے۔

عمران نے باؤلی سے کہا۔ ”یہ پاؤڑا تنی ناممقوں چیز ہے کہ سب سے پہلے حلق بند کر دیتا ہے اور پھر اعصاب ٹکلتے ہو جاتے ہیں...!“

”تم بہت بھیاںک ہو...!“ چیتے نے کہا ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اس کی آواز بہت دور سے آئی ہو۔

”تم پچھے دیر آرام کرلو... ویسے میں زندگی بھر تم سے شر مندہ رہوں گا...“ عمران نے اس کا شانہ تھپک کر کہا اور وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کرے سے نکل گیا۔

”تم یہ سب کیوں کرتے پھرتے ہو...!“ باؤلی نے عمران سے پوچھا۔

”پیٹ کے لئے... چینیں بچھت کر کھانے میں برا اظف آتا ہے...!“

”اب ترک کر دو... یہ عادتیں ورنہ تمہاری بیوی تمہاری جان کو روئے گی...!“

”جہاں بھی ہو گی رہی رہی ہو گی...!“

”یا مطلب...!“

”بیوی ہو گی تو روزے گی... یا خواجہ رونا شروع کر دے گی...!“

”چلو کیا تم دپھر کا کھانا نہیں کھاؤ گے... آج سے تم مہاپاگل کے مہماں ہو... جتنے دن

چاہو رہ سکتے ہو...!“

”مہاپاگل کے نام پر عمران سینے پہاڑ رکھ کر کسی قدر خم ہوا تھا۔

”یا میں اسے ان کی کرامت سمجھوں...!“ باؤلی نے سمجھدی کی سے کہا۔ ”تم جیسا آدمی دو

لکھوں میں رام ہو گیا...!“

”میرا دل مہاپاگل کی محبت سے سرشار ہے۔!“



رات کے گیارہ بجے تھے اور عمران آنکھیں کھولے خراٹے لے رہا تھا۔ کرے کارروائیہ اندر میں مغل کر کے لیا تھا... بزر قفل کے سوراخ سے نہیں دکھائی دے سکتا تھا لہذا آنکھیں کھولے

کر خراٹے لینے میں کیا دشواری ہو سکتی تھی۔

قریباً پندرہ منٹ بعد اس نے کرے کے پاہر نواب شمو کی آواز سنی جو کہہ رہے تھے۔

”خوردار... اب یہ ڈھونگ ختم کرو... آخرا پسے یہ خراٹے کس کو سنارہ ہے ہو...!“

عمران کی آنکھیں پہلے تو کسی قدر پھیل گئیں پھر حلقوں میں گردش کرنے لگیں... اس

کے بعد وہ میر کھجا تاہو اٹھ بیٹھا تھا۔

دروازہ کھول کر رہا باری میں آیا... لیکن وہ ایک سرے سے دروازے تک سنان

بڑی تھی... اور اس کی چھٹی حس بھی کہہ رہی تھی کہ دیرے کی نے وہاں قدم نہیں

لھا۔ ایک بار پھر سر کھجا کر وہ نواب شمو کی خواب گاہ کی طرف چل چڑا... قفل کے سوراخ سے

کھر قلم کی روشنی دکھائی دے رہی تھی... وہ جھانکنے کے لئے آگے بڑھا ہی رہا تھا کہ ذروازہ خود

بخود کھل گیا۔

نواب شمسو سامنے مسہری پر سور ہے تھے...! عمران خاموش کھڑا دیکھتا رہا... پھر جیسے عی اس نے دروازہ بھیڑنے کے لئے پینڈل پر ہاتھ رکھا عجیب قسم کے شور سے پوری عمارت گون اٹھی... ادھر نواب شمسو اٹھ یتھے... عمران سامنے ہی تیز قسم کی روشنی میں نہیا کھڑا تھا۔

”یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو...!“ نواب شمسو کی پاٹ دار آواز سے دیواریں جھینپھنا اٹھیں... اس راہداری میں اب عمران تھا نہیں تھا... باوی خبیث اور ملاز میں بھی تھے جو غالباً اس شور کی بنابر دوڑے آئے تھے جو دروازے کے پینڈل کو ہاتھ لگانے سے برپا ہوا تھا۔

نواب شمسو بستر سے اٹھ کر ان کے پاس آکھڑے ہوئے اور نوکروں کو دہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا۔

اب صرف باوی اور خبیث وہاں رہ گئے تھے۔

”تم کیا کرتے پھر رہے ہو...!“ انہوں نے پھر عمران کو لکارا۔

”میں آپ سے معافی مانگنے آیا تھا...!“

”کس بات کی معافی...!“

”میں نے آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی...!“

”کیا مطلب...!“

”آم عصیں کھلی رکھ کر زور زور سے خرانے لے رہا تھا...!“

”ہائیں کیوں...؟“ باوی بول پڑی۔

نواب شمسو سے خاموش رہنے کا اشارہ کر کے پھر اس طرح عمران کی طرف متوجہ ہو گئے، جیسے مزید سوال کے بغیر پوری کہانی سننا چاہئے ہوں۔

عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں ذرا صل آپ کی روحاںی قوت کا امتحان لے رہا تھا لہذا

میں نے منہ کی کھانی... جب میں خرانے لے رہا تھا میں نے آپ کی آواز سنی... آپ کہہ

رہے تھے برخوردار اب یہ ڈھونگ ختم کر دا آخر اپنے خرانے کس کو سنارہ ہو...!“

”لیکن میں تو ہے خبر سورا تھا...!“ نواب شمسو بولے۔

”جسے لیعنی ہے... اور اب میں کان پکڑتا ہوں...“ میں یہ وظیفی کان پکڑ کر بولا۔

”دھوٹا... شوں شوں... غدار...!“ خبیث بے ساختہ بول پڑا۔

”خدا موش رہو...!“ نواب شمسو گرجے۔

”تم چلے جاؤ یہاں سے...!“ باوی نے خبیث کو دھکی دیتے ہوئے کہا۔

اور وہ ”شوں شوں“ کرتا ہوا ہاں سے چلا گیا۔

”چلو... اندر چلو...!“ نواب شمسو نے اپنی خواب گاہ کی طرف اشارہ کر کے عمران سے کہا

”بڑاوی سے بولے اسے اندر لاو...!“

بڑو خود اندر چلے گئے تھے اور باوی عمران کے پاس کھڑا رہ گئی تھی۔

”چلو... تم خوش قسمت ہو...!“ وہ آہستہ سے بولی ”تمہاری وجہ سے آج مجھے بھی یہ

خوب حاصل ہونے والا ہے کہ میں مہاپاگل کی خواب گاہ میں تدم رکھ سکوں گی!“

”نم... مجھے خوف معلوم ہوتا ہے...!“

”چلو... تمہارا سابقہ کسی کینہ تو ز آدمی سے نہیں ہے! مہاپاگل عظیم ہے!“

”وہ تو ٹھیک ہے... لل... لیکن...!“

”وہ مزید پچھ کئے کے لئے رکاوی تھا کہ خبیث دوڑتا ہوا آیا اور خواب گاہ کے دروازے پر رک

کر کہنے لگا ”غصب ہو گیا... غصب ہو گیا... شوں... شوں... وہ چاروں طرف پڑوں

چھپ رہے ہیں... اس کے بعد شوں شوں... آگ لگوں گے!“

نواب شمسو جھپٹ کر باہر نکلے اور اس کا شانہ پکڑ کر ہلاتے ہوئے بولے ”کیا بک رہے ہو؟“

”چارپاگل...!“

”کون ہیں... وہ...!“

”ہمارے... شوں شوں... پاگلوں میں سے نہیں ہیں اے...“

بند کر دیے شوں شوں... آدمیرے ساتھ...!“

”راہداری کے سرے پر پنجھی ہی تھے کہ دو ملاز م بھی یوکھائے ہوئے آنکھائے... آگ

گ...!“ وہ نہیں دیکھے ہی چیختے گے۔

اور پھر وہ سب دوڑتے ہوئے کپاڈ میں پنجھی تھے... عمارت کے جوںی باروں سے جہاں

پاگلوں کا جماع ہوتا تھا شعلے بلند ہو رہے تھے۔

”فائر اسٹیشن کو فون کرو...!“ نواب شموہ بہارے... اور پھر اچانک ایک زور دار دھاکہ ہوا اور رہائش حصہ سے بھی دھوئیں کا لٹھیف بادل فضا میں بلند ہونے لگا۔

دھاکہ ایسا ہی زبردست تھا کہ کئی لوگ منہ کے بل زمین پر گرپڑے تھے... ان میں باولی بھی شامل تھی صرف عمران اور نواب شموہ کھڑے رہ گئے۔

پھر شاہزاد عمران نے سوچا تھا کہ اسے دوسرے گرپڑے والوں سے مختلف نہ ہوتا چاہے لہذا وہ بھی باولی کے قریب ہی گرپڑا۔

”کیا تم بیویوں ہو گئیں....!“ اس نے آہستہ سے پوچھا۔

”تم... تم... جتنی... جلدی ممکن ہو سکے... یہاں سے نکل جاؤ... ورنہ کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے بجا گو....؟“



دوسری صبح عمران سائیکو میشن کے رہائشی فلیٹوں میں سے ایک میں بیٹھا شیو کر رہا تھا... اور آج کا خبر میز پر پڑا گیا اسے منہ چڑھا رہا تھا... آج کی شہر سرخی تھی۔

”پاگل نگری میں مہاپاگل کا محل را کہ کاڈھیر ہو گیا!“

خبر کے مطابق عمران کے وہاں سے کھک کرنے کے بعد تین دھماکے اور ہوئے تھے اور پوری عمارت تباہ ہو گئی تھی... اس سلسلے میں مہاپاگل یا اس کے کسی قریبی آدمی کا کوئی بیان شائع نہیں ہوا تھا۔

عمران شیو کر کے اٹھا ہی تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ کھلکھلاتی ہوئی سی آواز میں بولا۔ ”کم ان....!“

ہینڈل گھما کر کسی نے دروازہ کھولا۔

”اوہ وو... ہاؤ ڈو یو ڈو... ڈیزیر آٹی....!“ وہ مژ کر بولا اور جو لیا نے زور دار آواز کے ساتھ دروازہ پنڈ کرتے ہوئے کہا۔ ”تمہارے سر پر موت منڈلار ہی ہے!“

”اور ساتھ ہی جتا بھی رہی ہے....!“ عمران کا بچہ غم ناک تھا۔

”سفرات خانہ پاگل ہوا جا رہا ہے....!“

”تو پھر اسے پاگل خانہ کہو... سفارت کو بدنام کرنے کی کیا غرورت ہے!“

”تمہیں سائیکو میشن نہیں آنا چاہئے تھا...!“

”سفرات خانہ میر اتعاب نہیں کر رہا تھا اس وقت... اور اس وقت میں اپنے پسندیدہ میک

اپ میں یہاں سے چلا جاؤں گا!“

”بار بار تمہارا حلیہ ریڈیو پر دھرایا جا رہا ہے...!“

”اٹر نیشنل فیم کا آدمی ہونا بہت مشکل ہے... اپنا جی تو اس وقت خوش ہو گا جب ساری دنیا

کے ریڈیو اسٹیشن میر احلیہ دہرانا شروع کر دیں....!“

وہ دھم سے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

”مگر تم یہاں کیوں دھری ہوئی ہو....!“ عمران نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”مجھے بدایتی ہی ہے کہ تمہارے ساتھ رہوں...!“ وہ برا سامنہ بنا کر بولی۔

”نامعقولیت کی بھی حد ہوتی ہے... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے چھپ کو کس

غانے میں فٹ کیا جائے.... آخر تم میں کون سے سر خاب کے پر لگے ہوئے ہیں!“

”میں فضول بکواس سننے کے لئے نہیں آئی.... بیالیوں کے سامنے والی عمارت غنفتر پیلس

میں ہمیں قیام کرنا ہے!“

”اچھاںی الحال تم اسی پر قیام کرو... میں ابھی آیا...!“

جو لیا کو نشست کے کمرے میں چھوڑ کر وہ بیدر دوم میں آیا... ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی

بھی بجی۔

”بیلو...!“ عمران نے ریسیور اٹھا کر ماٹھ پیس میں کہا۔

”کون ہے....!“ دوسری طرف سے صدر کی آواز آئی۔

”میں ہوں...!“

”اچھا تو سنئے... نواب شموہ، باولی اور خبیث نے آپ کے قلیٹ میں ڈیرہ ڈال دیا ہے...“

نواب شموہ آپ سے ملنے کے لئے بے چین ہے!“

”ہوں... اچھا....؟ دوسری طرف کیا ہو رہا ہے....?“

کیپٹن فیاض نے نواب شموہ کا بیان لینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا ہے

کہ جب دھماکوں کے اسباب سے واقف ہی نہیں ہے تو بیان دے کر کیا کرے گا۔ اتنا ہی کافی سے

کہ وہ سورہا تھا۔ اچانک ملاز مول نے اسے جگا کر اطلاع دی کہ عمارت کا جنوبی پہلو آتشردگی کا شکار ہو گیا ہے.... وہ سب باہر نکلے تو پوری عمارت یکے بعد دیگرے کئے دھماکوں کی وجہ سے ذمیر ہو گئی.... اس نے کسی پر بھی شبہ ظاہر نہیں کیا؟“

”کیا کینپن فیض کو اس کا علم ہے کہ نواب شمس میری تلاش میں ہے؟“

”یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ ابھی تک تو فیاض آپ کے فلیٹ کی طرف نہیں آیا!“

”اچھی بات ہے.... اب مجھ سے رابطہ قائم کرنا ہو تو غفرنگ پیلس کے نمبر پر رنگ کرنا.... غالباً تم سمجھ گئے ہو گے!“

”بھی ہاں....!“

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

قریباً آدھے گھنٹے کے بعد جب وہ بیڈ روم سے برآمد ہوا تو جولیا بوكھلا کر کھڑی ہو گئی۔

”خوش رہو.... میری بچی....!“ عمران نے ہاتھ انھا کر اسے دعا دی وہ ایک سفید قام غیر ملکی پادری کے میک اپ میں تھا.... جولیا نے ایسا براہمنہ بنایا تھا اس کی آواز سن کر جیسے حلق میں نوالہ اٹک گیا ہو!“



عمارت بیالیون کی کپاؤ ٹھیڈ میں تاریکی اور گھرے سنائی کی حکمرانی تھی۔ ابھی رات کے دس ہی بجے تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں ایک تنفس بھی نہ جاگ رہا ہو.... کسی کھڑکی یا روشن دلان میں روشنی کی رہنی بھی نہیں تھی۔

اچانک ایک بھی سی کار پھانک پر آر کی اور اس سے پے در پے ہارن دیا جاتا رہا لیکن نہ تو کسی نے پھانک کھولا اور نہ عمارت میں کہیں روشنی ہی نظر آئی۔

آخر کار ایک آدمی نے گاڑی سے اتر کر پھانک کا جائزہ لینا شروع کیا۔ اس کے ہاتھ میں نہیں کی تاریچ تھی۔

پھر اس نے نارنج جیب میں ڈالی اور پھانک پر چڑھ کر دوسرا طرف کپاؤ ٹھیڈ میں اتر گیا۔

اس نے پھانک کھولا اور گاڑی کی کپاؤ ٹھیڈ میں داخل ہو گئی۔

جس نے پھانک کھولا تھا یہ دل ہی عمارت کی طرف چل پڑا.... اور پھر جب کار سے دوسرے

افراد اترے تو انہوں نے اس آدمی کو کہتے سن۔ ”لائسٹ غائب ہے کوئی سرکٹ کام نہیں کر رہا!“ کار سے بعد میں اترنے والوں میں سے کوئی بولا۔ ”میں خطرے کی بوسونگھ رہا ہوں!“ اس نے تم اپنی ناک دبائے رکھو...!“ کسی نے چھتی کہی۔

”محاط رہنے میں کیا حررج ہے!“

”انت کافی ہے کہ ہمارے ریوال اور ہمارے ہاتھوں میں رہیں!“

پہلا آدمی برآمدے سے اتر کر ان کے قریب آکھڑا ہوا اور بولا ”میرا خیال ہے کہ اب اس

وقت ہمیں عمارت میں قدم بھی نہ رکھنا چاہئے!“

”جیسی تھا ری مرضی....!“ کسی نے کہا۔

”لڑکیاں کہاں گئیں....!“ تیسری آواز۔

”آج وہ یہاں نہیں تھیں....!“ پہلی آواز۔

”کہاں ہیں....!“

”میں نہیں جانتا....!“ چلو واپس چلو....!

”سوال تو یہ ہے کہ ابتدے سے پھانک کس نے بند کیا ہو گا!“

”فضول باتوں میں مت پڑو...!“

”یہاں کون تھا....?“

”میں نہیں جانتا....!“ جلدی کرو.... اور یہاں سے نکل چلو....!

وہ پھر گاڑی میں آبیٹھے اور گاڑی فرائی بھرتی ہوئی کیپاؤ ٹھیڈ سے سڑک پر آگئی۔

دس منٹ بعد وہ گیارہویں شاہراہ کی پانچویں عمارت کی کپاؤ ٹھیڈ میں داخل ہوئی.... یہاں برآمدہ روشن تھا.... لان پر بھی تاریکی نہیں تھی۔

وہ پانچ آدمی تھے اور ان میں سے ایک اپنی ہیئت کذائی کی بناء پر لاکھوں میں پچانا جاسکتا تھا

اسے دیکھ کر کسی رپچھ کا تصور ذہن میں ابھر تا تھا۔

پانچوں عمارت میں داخل ہوئے... ایک سفید قام آدمی انہیں ایک بڑے کمرے میں لے آیا۔

رپچھ کی شکل والے نے اپنا کارڈ نکال کر اسے دیا اور وہاں سے چلا گیا۔

”یہاں کون رہتا ہے....!“ چاروں میں سے ایک نے رپچھ سے پوچھا۔

”غیر ضروری باتیں نہیں...!“ ریچہ کا لیچہ سخت تھا۔
تھوڑی دیر بعد ایک وزار تقدار اور غیر معمولی طور پر تو ناسفید فام غیر ملکی کرنے میں داخل ہوا
ریچہ سے ذکر ہے ہی کسی خانہ زاد غلام کی طرح اٹھ کر شاہراہو تھا۔
”میمو...!“ آنے والے نے زم لجھے میں کہا۔ زبان اردو تھی۔

”بیالیون میں اندر ہی رہا ہے جتاب عالی... اور پھاٹک بھی اندر سے مغلل ہے۔!“

”تم فکر نہ کرو... حکام شہرے ذمے ہے اسے خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہوں۔!“
چاروں کویہاں نہ لانا چاہئے تھا۔ تم غیر مختار ہوتے چاہے ہو۔

”مجھے افسوس ہے جتاب... دراصل حالات....!“
”حالات کے ذمہ دار تم نہیں ہو...!“

”میں مختار ہوں گا جتاب عالی....!“
”بس اب جاؤ... صرف آج رات بیالیون سے الگ رہنا...!“

”بہت بہتر جتاب....!“
”بس اب جاؤ...!“

ریچہ اخیر گارڈر اس نے اپنے چاروں ساتھیوں کو بھی اٹھنے کا اشارہ کیا۔
وہ باہر نکلے، اور ریچہ کے چاروں غیر ملکی ساتھیوں نے اسے بور کرنا شروع کر دیا۔

”وہ کون تھا اور گلکلوک زبان میں کر رہا تھا....!“ ایک نے پوچھا۔
”میں کچھ نہیں جانتا....!“

”سنودوست ہم تمہارے چارج میں ضرور ہیں لیکن یہ ہرگز نہ سمجھ بیٹھنا کہ دل سے تمہاری
عزت کرتے ہیں۔!“
”ہم سب کسی کے احکامات کے تابع ہیں... میری اپنی عزت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!
”اب ہمیں کہاں جانا ہے۔!“
”حکم کے مطابق ہمیں یہ رات کہیں اور برس کرنی پڑے گی... صبح سے پہلے بیالیون میں
داخل ممکن نہیں۔!“

”ہمارے بغیر چار ساتھی کہاں ہیں... چاروں لڑکیاں کہاں گئیں۔!“

”تو یہ کہو دستو...! میں ایک مقامی آدمی ہوں اور مجھے تم پر حاکم بنا لیا گیا ہے... میں تمہیں
سری یا راکاہ کرتا ہوں کہ صرف اپنے کام سے کام رکھو...!“

◆◆◆◆◆

عمران پادری کے میک اپ میں غصہ پیلس میں داخل ہوا تھا... اور جو لیا اپنی اصلی صورت
میں لکھا ساخت تھی... لیکن رات گئے وہ پھر غصہ پیلس سے باہر آیا تھا... جو لیا وہیں رہ گئی تھی۔
اپ وہ اپنی اصل صورت میں اپنے فلیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ جو لیا اس پر تیار نہیں تھی کہ وہ
یا کہیں تدم اٹھائے لیکن وہ عمران ہی کیا جو کسی دوسرے کے مشورے پر کان دھرنے
وہاں سے چل پڑا اور بیگرو خوبی اپنے فلیٹ تک جا پہنچا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ ایسے حالات
میں قافی سے فلیٹ کی نگرانی کی عقل مندی ہرگز سرزد نہ ہو گی۔

رات کے گیارہ بجے اس نے اپنے فلیٹ کے دروازے پر دستک دی اور اپنے وقت کے مستعد
تین یا چار گارڈ جوڑ نے فوراً ہی دروازہ کھول دیا... اور آہستہ سے بولا۔
”بُوڑھا اور لڑکی کہاں ہیں...؟“

”تمہارے بیڈ رومن میں ہاں... لڑکی بستر پر سورجی ہے اور بُوڑھا فرش پر بیٹھا جھوم رہا ہے۔!“

”تیر کہاں ہے...؟“
”وہاں دونوں سے بھگڑا کر کے چلا گیا...!“

عمران اپنی خواب گاہ کی طرف... بڑھا... وہ کچھ خواب ششو فرش پر آتھی پا لٹھی مارے
تھے جھوم رہے تھے۔ آنکھیں بند تھیں اور ہوش آہستہ آہستہ مل رہے تھے۔
عمران کی آہستہ پر چونک کر آنکھیں کھولیں اور اٹھ کر والہاہ انداز میں اس کی طرف بڑھے۔

”تم آگئے میرے بچ... میں تمہارے لئے بہت پریشان تھا۔!“

”اور میں آپ کے لئے بہت پریشان ہوں جتاب عالی...!“

”تم آخر دہاں سے اس طرح غائب کیوں ہو گئے تھے...؟“

”اک نے بھگ دیا تھا...!“ عمران نے سوئی بادکی کی طرف اشارہ کیا۔

”وہ کچھ بہت ذہین ہے... اس نے اچھا کیا تھا... لیکن مجھے قوتیاہی دینا چاہئے تھا...!
صلوں وجہ رہا تھا کہیں پولیس کے ہاتھ نہ لگ گئے ہو... تم پر کسی عمارت میں ڈکتیں کا الزم عائد

کیا آپ اس عمارت یا اس کے مکنون سے واقع نہیں ہیں۔!

”ہرگز نہیں میرے بچے...!“

”لیکن آپ ہی کے نام پر ہاں میرا کچور نکل گیا تھا...!“

”میں نہیں سمجھا...!“

”محظے گھر کر پکڑا گیا تھا اور نہ معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی رہی تھی کہ میں کس کے لئے کام کر رہا ہوں اور آپ کے پاس کیوں گیا تھا...!“

”عجب... ثم العجب...!“

ٹھیک اسی وقت جوزف نے آگر اطلاع دی کہ کمپنی کا آدمی آیا تھا اور اسکے متعلق پوچھ کر چلا گیا۔

”میں نے کہہ دیا ہے باس کہ آپ کا کہیں پہنچ نہیں...!“

”ٹھیک ہے جاؤ...!“

”یہ سیاہ فام آدمی اپنے سینے میں بڑا فرانی دل رکھتا ہے۔!“ تواب شمسو بولے۔

عمران خاموش رہا۔ پھر تواب شمسو نے ہی سلسلہ کلام چاری رکھا۔

”تم نے محظے الجھن میں ڈال دیا ہے... وہ لوگ کون ہو سکتے ہیں۔!“

”خداء پوچھ لیجئے... اکیاد شواری ہے جب کہ وہ برادرست آپ سے کلام کرتا ہے۔“

”سب کچھ تباہ ہو گیا ہے... میں کچھ بھی نہیں سن سکتا... اب کوئی آواز نہیں آتی۔“

”آخر ایسا کیوں ہوا...؟“

”میں کچھ نہیں جانتا... کچھ نہیں جانتا۔!“

”خیر...!“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ یہ جگہ آپ کے شایان شان نہیں ہے۔

میں نے ایک جگہ آپ کی رہائش کا انتظام کیا ہے۔!

”میرے لئے جگہ کی کمی نہیں ہے... شہر میں میری کمی عمارتیں موجود ہیں کہیں بھی قیام کر سکتا ہوں... میں تو دراصل تم سے ملتا چاہتا تھا۔!“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے... لیکن آخر آپ مجھے غریب پرستی مہربان کیوں ہو گئے ہیں۔“

”محظے خدا سے یہی حکم ملا تھا...!“

”اور اب کوئی حکم نہیں ملتا..... اوہو..... ذرا یہ تو بتائیے کہ خدا کی آواز کیسی ہے...?“

”تواب شمسو ایک دم بھڑک اٹھے...!“ کیا ناق اٹانے کا رادہ رکھتے ہو۔!

”ہرگز نہیں جناب عالی...!“

”پھر تم نے ایسے لجھے میں کیوں سوال کیا...!“

”اصلیت جانتے کے لئے میں اکثر حدود سے بھی گذر جاتا ہوں۔!“

”ماش میں تجھے سنوا سکتا ہو آواز نادان لڑکے...!“

”کم از کم الفاظ میں تو بیان ہی کر سکتے ہیں.... میں نے آپ نے تقیدی مجموع دیکھے

ہیں... الفاظ آپ کے غلام ہیں.... جس طرح چاہیں انہیں استعمال کریں... الفاظ میں تصویر

لئی ہی کے فن کا واضح ترین پہلو تھا...!“

”اوہو.... تو تم مجھے اس حد تک جانتے ہو.... تواب شمسو پچکانہ انداز میں سکراتے....

پھر بولے اچھا تو سنو.... وہ آواز تین آوازوں کا مرکب ہوتی ہے.... ایک مرد، ایک عورت اور

ایک بچہ کی آواز...!“

”خوب...!“ عمران سر جھک کر بولا۔ آخر جانوروں نے کیا قصور کیا ہے... کیا وہ

جانوروں کا خدا نہیں ہے۔!“

تواب شمسو نے جملہ ہٹ میں ہاتھ گھمایا.... عمران پھرتی سے پیچھے نہ ہٹ گیا ہوتا تو تھر

کل ہی پڑا تھا۔

اس دوران میں بستر پر نظر پڑی تو باذلی پیٹھی متغیر ان انداز میں پلکنی جھپکاتی دکھائی دی۔

”مہاپاگل نرمی اختیار کرو...!“ بالآخر باذلی بولی.... اور تواب شمسو کا دوبارہ اٹھا ہوا ہاتھ نیچے

کر گیا اور انہیوں نے باذلی سے کہا۔ اس شریروں نے ہمارے لئے کہیں اور رہائش کا انتظام کیا ہے۔!

ان کے لجھے میں پیار لوٹ آیا تھا۔

”کہاں انتظام کیا ہے...؟“ باذلی نے عمران کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”غصفر پیلس میں...!“

”اوہو.... شاندار عمارت ہے گریشم روڈ پر...!“

”وہاں ایک پر تگالی پادری فادرز و کوہار ہے ہیں.. آپ دونوں انہیں کے ساتھ قیام کریں گے!“
”یہ تو بہت اچھا ہے... مہاپاگل کو تباہ کا موقع ملے گا... ان کی ہمیشہ سے خواہش رہی ہے
کہ غیر مذاہب کے علماء کو اپنی طرف لا میں...!“

”اچھی بات ہے... تو صبح آپ دونوں وہاں پہنچ جائیے گا... ایک شاندار گاڑی یہیں سے
آپ کو وہاں لے جائے گی!“
”صحیح سات بجے... یاد رکھئے گا!“

اس دوران میں نواب شمسو پھر فرش پر بیٹھ کر جھونمنے لگے تھے۔
باؤلی بھی نواب شمسو کی طرف متوجہ ہو گئی اور پھر عمران کو کمرے سے نکل جانے کا اشارہ
کرتی ہوئی خود بھی آہنگی سے اٹھ گئی۔

دونوں نشست کے کمرے میں آئے.... یہاں جوزف نے شاند پہلے ہی سے کھڑکیوں پر
سیاہ پر دوں کا اہتمام کر لیا تھا۔!

”مہاپاگل پر اب وہ کیفیت نہیں طاری ہو رہی جوان کی خواب گاہ میں ہوا کرتی تھی...!
باؤلی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا!

”میں پوچھتا ہوں یہ سب کیا تھا...!
”کسی نے پوری عمارت تباہ کر دی...!
”خود مہاپاگل بھی اس حرکت کے مرکلب ہو سکتے ہیں حکومت اسے بھی کسی قسم کا پاگل پن
تصور کر کے خاموش ہو رہے گی۔!
”یکپیش فیاض نے خاص طور پر ہدایت دی ہے کہ ہم جہاں بھی جائیں اس کے علم میں ضرور
لائیں ورنہ ہمارے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔!
”تم صحیح اسے فون کر دینا کہ غصہ فرپیلس جا رہے ہو۔ فادرز و کوہاپاگل کے دوست ہیں۔!
”اگر اس نے فادرز و کوہاپاگل کے پوچھ گئے کی تو کیا ہو گا!“

”فادرز و کوہا تم لوگوں کے بیان کی تردید نہیں کریں گے۔ میں نے سارے معاملات پہلے ہی
ٹلے کر لئے ہیں!“
”عمران... پوری عمارت الشمس خاک کا ڈھیر ہو گئی... وہاں بڑی قوت کے بم رکھ دیئے

”کہے تھے!“

”کس نے رکھے تھے...!“

”خداجانے...!“

”کیا ان پاگلوں میں سے کوئی ہو سکتا ہے جو...!“

”نہیں ان میں سے کوئی بھی نہیں ہو سکتا جن کا تعلق ہم سے تھا...! کیا تم نے سنا نہیں تھا
ذبیلی نے اطلاع دی تھی کہ کچھ اجنبی پاگلوں نے عمارت کے ایک حصہ میں آگ لگادی ہے۔ اوہ
ہم سے جھگڑا کر کے گیا ہے... شانداب والبیں نہ آئے...!“

”جھگڑا کس بات پر ہوا تھا...!“

”جھگڑے کی وجہ تم ہو...!
باؤلی اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکراتی۔ چند لمحے اس انداز
میں مسکراتی رہی پھر بولی ”وہ تم جیسے اجڑا اور بد تمیز آدمی کے فلیٹ میں قیام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پھر
جوزف کو دیکھ کر اسے عذاب قربیاد آ جاتا تھا... کہنے لگا عذاب کے فرشتے ایسے ہی ہوں گے!“

”وہ تو صرف میرے لئے عذاب کا فرشتہ ہے...
باقیہ دنیا کو اس سے حراساں ہونے کی
ضورت نہیں!“

”تمہارے لئے کیوں ہے عذاب کا فرشتہ...?“

”روزانہ چھ بو تلیں پی جاتا ہے...!“

”لیکن میں نے اسے کسی وقت بھی نشے میں نہیں دیکھا...!“

”پانی اس لئے نہیں پیتا کہ اس میں کسی قسم کی بو نہیں ہوتی!“

”اوہو... تو بلانوش ہے...!“

”فرست ڈگری کا... میں نے آج تک اسے سادہ پانی پیتے نہیں دیکھا...!“

”لیکن بے حد شاکستہ اور معاملہ فہم آدمی ہے...!
باؤلی نے کہا۔

”اچھا بس اب میں چلا... جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں فرق نہ پڑنے پائے۔!“



عمران کے وعدے کے مطابق صحیح ہی ایک لمبی سی کار نواب شمسو کے لئے پہنچ گئی تھی۔
باؤلی اور نواب شمسو کسی جیل و جنت کے بغیر غصہ فرپیلس کی طرف روانہ ہو گئے۔!

قادر زو کوہانے پھاٹک ہی پر ان کا استقبال کیا تھا۔ البتہ جولیا پر نظر پڑتے ہی دونوں ہی بُری طرح چوکتے...! لیکن عمارت کے اندر بیٹھ جانے سے پہلے اس کے سلسلے میں انہوں نے کوئی گفتگونہ کی۔

بھرڈ رائینگ روم میں باڈلی نے جولیا کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”نه جانتے کیوں ایسا محosoں ہو رہا ہے جیسے پہلے بھی تمہیں کہیں دیکھا ہو...!“

”تماری یادداشت بہت کمزور ہے...!“ نواب شمسورد بیٹھ میں بولے۔ ”رُخیٰ علی جلال قبرص سے تشریف لائی تھیں...!“

جولیا نہ پڑی... اور پادری زو کوہانے کہا۔

”مجھے افسوس ہے یور ہولی نس...! میں نے ہی اسے بھیجا تھا...! میں آپ کے مشن کا مقصود معلوم کرنا چاہتا تھا... ورنہ یہ بھی میری ہی طرح کر سچیں ہے اور سوکھیں ہے...! قبرص سے اس کا کوئی تعلق نہیں!“

”خیر کوئی بات نہیں...! میرا کام ہر حال میں جاری رہے گا...!“ نواب شمسو مسکرا کر بولے۔

”میں آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں...! یور ہولی نس...!“ پادری نے اپنا ہاتھ نواب صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا جو بڑی محبت سے قبول کیا گیا پھر نواب شمسو بولے۔ ”آپ کے مغرب نے جو بھی بیٹھا اس سے ایک کاموں دار تاؤ درخت تیار ہو گیا ہے!“

”ہم سب اس کے لئے فکر ممدیں...! یور ہولی نس...!“

”یور ہولی نس کے بجائے آپ مجھے مہماں گل کہہ سکتے ہیں!“

”اس لفظ کے معنی سے بھی آگاہ فرمائیے...!“

”سب سے بڑا پاگل...!“

”عجیب بات ہے...!“

”علانج بالشل...! جو دیواری گی آپ کے مالک میں پھیلی ہوئی ہے اس کا علانج دیوانگی سے ہی ممکن ہے۔ کوئی دوسرا طریقہ کارگر نہ ہوگا۔ میں اب تک درجنوں ناکارہ نوجوانوں کو کار آمد بنا پا چکا ہوں!“

”تب تو آپ میری طرف سے مبارک باد قبول فرمائیے...!“

”ٹھیک اسی وقت ایک ملازم نے کسی ملاقطی کا کارڈ پادری کے سامنے پیش کیا۔

ہوا ہو.... اچھا.... بیچھے دو....!“ پادری نے کارڈ پر نظر ڈالتے ہوئے پر تشویش بیچھے میں کہا۔ پس پھر دیر بعد یہ ملاقطی کمپنی فیاض ثابت ہوا...! نواب شمسو سے مذمت طلب کرنے کے لیے بیکار لال۔ ”میں صرف اپنا طینان کرنا چاہتا تھا!“

پھر وہ پادری سے اس کے متعلق پوچھنے لگا تھا۔ ”میں پر نس غفتر کا اتنا لیق ہوں اور میں سال سے میرا قیام میں پر ہے....!“ پادری نے کسی قریباً خوش گوار بیچھے میں کہا۔

”آپ کچھ اور خیال نہ فرمائیے گا...! میں نے یوں بھی رسما آپ سے آپ کے ہارے میں پوچھا ٹھیک...!“

”یہاں آنے کا مقصد صرف نواب صاحب کی خیریت دریافت کرنا تھا!“

”اس حادثے کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے...!“ پادری نے فیاض سے سوال کیا۔ ”آخر یہ کون لوگ تھے جنہوں نے نواب صاحب کو تکلیف پہنچائی!“

”اُبھی یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا...! اور اصل اس صورت میں آسانی ہوتی جب لالاں صاحب کی کے خلاف شبد ظاہر کر دیتے!“

”مجھے کسی پر بھی شہر نہیں...! میں کسی کو اپنا دشمن نہیں سمجھتا!“

”ایسی صورت میں جتاب...! دیر ضرور لگے گی!“

”مجھے اس سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں...! میں نے تو باضابطہ طور پر زور دیکھی درج نہیں کرائی!“

”واقعی آپ بہت عظیم ہیں...!“ پادری نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”نہیں میں بہت حقیر ہوں...!“ عظمت والا صرف وہ ہے جس نے مجھے عقل سلیم عطا فرمائی!“

دوپھر کو آرام کرنے کے لئے وہ مختلف کروں میں پلے گئے تھے... ایک باڈلی جولیا کی تاک پر رہی... اور بالآخر ایک جگہ اسے گھیرنے میں کامیاب ہو گئی۔

”کیا عمران یہاں نہیں ہے...!“ اس نے جولیا سے پوچھا۔ ”کون عمران...! میں کسی عمران کو نہیں جانتی!“

”اُرے اسی نے تو ہم کو یہاں بھیجا ہے...! وہ دیکھو...!“ براخوبی صورت ہے...! لیکن صورت سے بے وقف معلوم ہوتا ہے... اور اکثر بے وقوفی کی باعثیں بھی کرتا رہتا ہے۔“

”اوہ... تم ڈھنپ کو پوچھ رہی ہو شاید....!“
 ”ڈھنپ کیا....!“ باوی نے حیرت سے پوچھا۔
 ”وریاست ڈھنپ کا کپوی ہے اور اس کی بہن کپول کہلاتی ہے۔!“
 ”میں کچھ بھی نہیں سمجھی....!“
 ”جو کچھ وہ اپنے بارے میں کہتا رہتا ہے میں نے دھرا دیا.... سمجھتی تو میں بھی نہیں ہوں۔!“
 ”کیا وہ تمہیں اچھا لگتا ہے....!“
 ”مہت زیادہ.... کیون کیا تمہیں بھی اچھا لگتا ہے....!“ جولیا نے سوال کیا اور باوی بغل
 جھانکنے لگی۔

”میں سمجھ گئی....!“ جولیا نہ پڑی۔
 ”میں سمجھ گئیں....!“
 ”وہ کچھ دنوں کے بعد ہر ایک کو اچھا لگنے لگتا ہے لیکن وہ خود کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔!
 ”شام کا س نے تمہاری پرواہ نہیں کی....!“
 ”میں نے کبھی کوشش ہی نہیں کی کہ وہ میری پرواہ کرے.... میں تو پادری زو کوہا کو دل و
 جان سے چاہتی ہوں! لیکن وہ شادی پر رضامند نہیں ہوتے....?
 ”پادری....!“ باوی اچھل پڑی۔

”میں اس کے لئے جان بھی دے سکتی ہوں....!“
 باوی بے تھاشہ نہ پڑی.... اور ٹھیک اسی وقت عمران اپنی اصل صورت میں وہاں آگیا۔
 اسے دیکھے باوی کا قہقهہ اور زیادہ طویل ہو گیا۔
 ”یہ.... یہ....!“ وہ جولیا کی طرف ہاتھ اٹھا کر بیوی! پادری کو دل و جان سے چاہتی ہے اور
 اس کے لئے جان لٹک دے سکتی ہے۔!

”کیا مضاائقہ ہے....!“ عمران سر ہلا کر بیوال۔
 ”کوئی بات ہی نہیں....!“
 ”تو کیا واقعی مجھے ستر اٹ سمجھتی ہو....؟ لیکن میں زبر کا پیالہ نہیں پی سکتا۔... علاج بالغش کا
 لگائیں ہوں.... کیمینگی کا مقابلہ کمینگی سے....! کیا سمجھیں.... مجھے تم بھی اچھی لگتی ہو.... اور
 جولیا عمران کو قہر آکو دنظر وہ سے دیکھتی ہوئی وہاں سے چل گئی۔

”کیا یہ تمہیں اچھی نہیں لگتی....!“ باوی نے عمران سے پوچھا۔
 ”اچھی لگتی ہے....!“
 ”اور.... اور.... میں....!“
 ”تم بھی اچھی لگتی ہو....!“
 ”کیا بات ہوئی....!“
 ”خدا سے پوچھو.... اور آخر اس نے اتنی بہت سی اچھی لڑکیاں کیوں پیدا کر دی ہیں۔!“
 ”تم بھی پاگل ہو....!“
 ”لیکن پھر بھی مہاپاگل کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔!
 ”تم نے تو میرا دل توڑ دیا اس وقت....!“ باوی نے کہا اور تیزی سے باہر نکل نی... حقیقتاً
 جوہلا کی خواب گاہ تھی۔
 ”عمران وہیں نہ ہر اڑھا.... تھوڑی دیر بعد جولیا اندر آئی اس کے ہاتھ میں ایک مونا سا ٹوڑا تھا۔
 ”نکویہاں سے.... نکل جاؤ....!“
 ”کیوں....?“
 ”بس چلے جاؤ.... اور فوراً پادری کے میک اپ میں آجائو.... میں تمہاری اصلی صورت
 نہیں دیکھنا چاہتی....!“
 ”واہ بھئی.... اچھی زبردستی ہے....!“
 ”میں نہیں سمجھ سکی کہ تم نے پادری کا میک اپ کیوں ختم کر دیا.... ابھی کچھ دیر پہلے میں
 نے تمہیں لیاں یون کی طرف کھڑکی میں کھڑے دیکھا تھا.... آخر کیا کرنا چاہتے ہو....!“
 ”بس دیکھتی چاہو.... کھلیل طوالت اختیار کر گیا ہے.... اور یہ بات مجھے پسند نہیں....!“
 ”تمہارا طریق کاراجھنا ہے....!“ جولیا جھنگھلا کر بیوال۔
 ”کون کہتا ہے کہ ستر اٹا ہوں میں....!“
 ”میں تم سے متفق نہیں ہوں....!“
 ”تو کیا واقعی مجھے ستر اٹ سمجھتی ہو....؟ لیکن میں زبر کا پیالہ نہیں پی سکتا۔... علاج بالغش کا
 لگائیں ہوں.... کیمینگی کا مقابلہ کمینگی سے....! کیا سمجھیں.... مجھے تم بھی اچھی لگتی ہو.... اور

باؤلی بھی اچھی لگتی ہے۔!

”شٹ اپ....!

”ہر اچھی لڑکی اچھی لگتی ہے... اگر تمہیں یہ بات پسند نہیں تو میرا آپریشن کراکے پلاسک کا دل لگوادو...!

”میں کہتی ہوں... چلے جاؤ یہاں سے...!

”تم سے تو مرغیاں ہی اچھی...!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”تم جاتے ہو یا...!“ جولیا نے دونوں ہاتھوں سے ڈھنڈاتے ہوئے کہا۔

”مہک جانا ہی مقدر معلوم ہوتا ہے!“ عمران نے پر تشویش لجھ میں کہا اور کمرے سے نکل گیا۔



رات کے کھانے کے بعد وہ تمباکو فوشی کے کرے میں کافی پی رہے تھے۔ فادر زو کوہا اور نواب شمسو کے درمیان دنیا کے مختلف مذاہب سے متعلق ایک طویل بحث ہوئی تھی لیکن دونوں کے چہروں پر ناگواری کے آثار نہیں پائے جاتے تھے... جولیا اور باؤلی اپنے طور پر کسی بحث میں اب تک اچھی ہوئی تھیں۔ اتنے میں ملازم نے کسی کا کارڈ نواب شمسو کو دیا اور نواب شمسو نے اسے دیکھ کر باؤلی کی طرف روپا دیا۔

”خطی...!“ وہ نہ انسنہ بنا کر بولی۔ ایسے لوگوں نے دور رہنا ہی بہتر ہے۔

”تم کیا کہنا چاہتی ہو...!“ نواب شمسو نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”واہ فلیٹ سے بھاگ نکلا تھا... اور اب محل میں آنا چاہتا ہے۔“

”کوئی مضائقہ نہیں...!“ آدمی تن آسانی کی علاش میں ہے... محض اسی بناء پر اسے یہاں کھجو کر قلیٹ میں نہیں رہنا چاہتا تھا!“

”وہ عمران کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتا!“

”میاں سے عمران کی شخصیت میں کسی قسم کا داع غلگ سکتا ہے!“

”آپ کی مرضی...!“ باؤلی طویل سانس لے کر بولی۔

”کسے بلا کوئی...!“ نواب شمسو نے ملازم سے کہا۔

”آپ کا کوئی ملا قاتی...!“ پادری نے پوچھا۔

”تمیری انجمن کا جو انٹ سیکریٹری ہے...!“

”چھا... اچھا...!“ پادری نے سر ہلا کر کہا اور کافی کی چسکیاں لینے لگا۔

”پھر دیر بعد خطی ملازم کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا۔

وہ بڑے ادب سے نواب شمسو کے سامنے جھکا اور پھر سید حاکم اہم انتظار کرنے لگا کہ اسے پہنچنے کی اجازت ملے۔ نواب شمسو نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا... اس دوران

میں خطی کی ”شوں شوں“ مسلسل جاری رہی تھی۔

”بڑی مشکل سے... شوں شوں... جناب عالی... آپ کا پتہ معلوم ہوا ہے...!“ اسی

پہلیں آفسر نے مجھے... شوں شوں... بتایا تھا کہ آپ کہاں ہیں... شوں شوں...!“

”بہت اچھا ہوا کہ تم یہاں چلے آئے...!“ نواب شمسو نے بڑے فرم لجھے میں کہا۔

”لیکن جناب عالی... مجھے... شوں شوں... اس شخص سے نفرت ہے...!“

”ہو سکتا ہے...؟“

”م... میں معافی... شوں شوں... چاہتا ہوں... جناب عالی...!“

”میں نے پہلے ہی معاف کر دیا تھا...!“

”میں آپ کا شکر گزار ہوں جناب... شوں شوں عالی...!“

”تو کیا تم ہمارے ساتھ قیام کرنے کے لئے آئے ہو...!“ باؤلی نے پوچھا۔

”تمیں...!“ اس خیریت دریافت کرنا چاہتا تھا...!“

”کرچکے...؟“

”جی ہاں...!“

”تو یہ پھر اب جاؤ...!“

خطی نے بے بی سے نواب شمسو کی طرف دیکھا... لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔

وہ پھر باؤلی کی طرف مڑا اور اس نے کہا۔ ”ہاں ہاں... جاؤ... فی الحال تمہاری موجودگی ضروری

نہیں...!“ انجمن کی میلکس کئے لئے کسی نئی جگہ کا اعلان عنقریب اخبارات میں کر دیا جائے گا!“

”بہت بہتر...!“ خطی نے بے بی سے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

”میاں نے غلطی کی مہماںگل...!“ باؤلی نے نواب شمسو سے پوچھا۔

”چکھ کر گذرنے کے بعد مت سوچا کرو... کہ وہ صحیح تھایا غلط۔“
”بہت بہتر!...“

وہ پھر جولیا سے باشکن کرنے لگی... موضوع گفتگو عمران تھا... وہ جولیا سے کہہ رہی تھی
”پتہ نہیں کیوں لوگ اسے نالپسند کرتے ہیں... حالانکہ بڑی بیادی شخصیت ہے... پہلو دار شخصیت!“
”شاندہ بھی تک کوئی بہت زیادہ دلچسپ پہلو تمہارے سامنے نہیں آیا۔“
”بے حد نثار آدمی ہے... اس کے باوجود بھی شکل سے ڈرپوک اور بے حد تھکا ہارا معلوم
ہوتا ہے...؟“

جو لیا صرف مسکرا کر رہا گئی... لیکن اس نے بھکھیوں سے پادری کی طرف صرف دیکھا تھا
ادھر نواب شمسو نے پھر کوئی بحث چھیڑ دی تھی... اس طرح رات کے گیارہ نجع کے
پادری کی خوش خلائق میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا تھا... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس
بات پر خوش ہے کہ اسے ابھی تک خواب گاہ میں نہیں چانا چاہا۔

گیارہ نجع کر پانچ منٹ پر ایک تباہ حال ملازم کمرے میں داخل ہوا... اس کے کپرے پتھے
ہوئے تھے اور چیرے پر تازہ خراشوں سے خون رہا تھا۔

”صاحب... وہ زبردستی گھس آئے ہیں...!“ ملازم ہائپتا ہوا بولا۔ ”ٹیلی فون کے تارکات
دیئے... ہم لوگوں کی پیٹائی کی... کچھ بتاتے بھی نہیں کہ کون ہیں... اور کیا جا چہے ہیں۔“
پادری اٹھ کھڑا ہوا۔

ٹھیک اسی وقت دو آدمی کمرے میں گھس آئے... ان کے ہاتھوں میں روپی الور تھے۔
ان میں ایک سفید قام غیر ملکی تھا اور دوسرا دسی... دسی آدمی کی شکل ریچھ سے مشابہ تھی۔
”کوئی اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرے...!“ ریچھ کی شکل والا غریلا۔

سفید قام غیر ملکی بھاری جیڑوں اور پتلے ہو نہیں والا تھا۔ آنکھوں کی بناوٹ سے بھی شدید
ترین اذیت پسندی جھلکتی تھی۔

وہ خدا اس نے ریچھ سے کہا۔ ”تم ان کی جامدہ تلاشی لو... میں کوئے ہوئے ہوں۔“

”اوے کے سر...!“ کچھ ہوئے ریچھ نے اپناریو الور بغلی ہو لش میں ڈال لی اور آگے بڑھ کر
نواب شمسو کی تلاشی لینے لگا۔ اتنے میں پادری نے فرم لجھے میں کہا۔ ”میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیا

ہے۔ لیکن میں تمہیں بصیرت کروں گا کہ لڑکوں کو ہاتھ نہ لگانا... اگر ان کی بھی جامدہ
تلاشی ضروری ہے تو کسی عورت کو لاو۔“

”شٹ اپ یوڈرٹی سوانیں...!“ سفید قام سیر ملکی گرجا۔

”کیا تم ایک پادری کا احترام بھی نہیں کر سکتے... میر انام زو کوہا ہے...!“

”خدا کے سنتیجے ہو تم...! میں جانتا ہوں...!“ غیر ملکی نے زہر لیے لجھے میں کہا۔ ”لیکن
خدا کو نہیں بانتے... چاند کے قریب تک ہو آئے ہیں لیکن ہمیں خدا کہیں نہ ملا۔“

ریچھ نواب شمسو کے بعد پادری کی طرف بڑھا۔

”وہیں کھڑے رہو...!“ اچانک پادری کا موڑ بھی گزگز گیا... ”آخر یہ کیا الغویت ہے...?
خڑا لوک کیا چاہتے ہو...!“

”عمران کو ہمارے حوالے کر دو...!“

”اوہ ہو تو تمہیں اس کی تلاش ہے... وہ تو یہاں نہیں ہے اپنے ان دوستوں کو پہنچا کر چلا گیا تھا۔“

”بکواس ہے...!“ بھی دس منٹ پہلے وہ اپری منزل پر نظر آیا تھا۔

”یہ غلط ہے... وہ دوپہر کے بعد سے یہاں نہیں ہے۔“

”دوپہر کے بعد ہی سے تو وہ اپری منزل پر دیکھا جاتا ہے۔“

”اچھا تو پھر تلاش کرلو...!“

”بوزٹھے خبیث!“ سفید قام غیر ملکی پادری کو مخاطب کر کے بولا۔ ”تم اسے کیسے جانتے ہو۔“

”وہ میرا دوست ہے... مجھے نصیحت سننے کیلئے آتا ہے... یہ یوں مسک کا احترام کرتا ہے۔“

”وہ ایک کینہ تو زیلک میلر ہے...!“

”ہو گا... یہ یوں سچ کواس سے کیا...!“

”اچھا ب تم اپنی بکواس بند کرو...!“ سفید قام غریباً اور ریچھ سے بولا۔ ”اس کی بھی جامدہ
تلاشی لو...!“

ٹھیک اسی وقت دروازہ بند ہو گیا جس سے یہ لوگ داخل ہوئے تھے... ریچھ اچھل کر
دروازے کی طرف جھپٹا اور اس کے پینڈل پر زور آگئی کرنے لگا۔

”تم جو کوئی بھی ہو دروازہ کھوں دو... ورنہ ان حارزوں کو بہاک کر دوں گا۔“ غیر ملکی نے

چیز کرنے کی اندیشی کے آدمی کو مخاطب کیا۔

”یہ سب کیا ہے آخر....!“ پہلی بار فواب خموکی پاٹ دار آواز کرے میں گوئی... لیکن اس کی طرف توجہ دیئے بغیر غیر ملکی نے رپچھ سے کہا۔ ”دروازے کے قفل پر فائز کرو....!“

”اس دروازے میں کوئی قفل نہیں ہے!“ پادری نے مکرا کر بے حد پر سکون لجھ میں کہا۔

”پھر یہ کیسے کھلے گا....!“

”تم شاندے اس غلط فہمی میں ہو کر دروازہ باہر سے کسی نہ بند کیا ہے!“

”پھر کیا بات ہے....!“

”وہ خود بخوبی ہوا ہے... اور اب اس کو میرے علاوہ اور کوئی نہ ہوں گے!“

”تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ دروازہ فوراً کھوں دو....!“ سفید قام دہڑا۔

”جناب کا حکم سر آنکھوں پر.... یہ خادم حاضر ہے....!“ پادری طنزی لجھ میں بولا۔

”جناب خدا کے مکر ہیں لہذا میری کیا واقعت ہو سکتی ہے جناب کی نظر وہ میں بولا۔“

پادری پر وقار انداز میں دروازہ کی طرف بڑھا۔ غیر ملکی بھی دروازے ہی کی طرف توجہ

تھا۔ پادری نے اس کے قریب سے گزرتے وقت اس کے روی الور پر ہاتھ ڈال دیا۔ روی الور اس

کے ہاتھ سے نکل کر اوپر اچھلا۔ ساتھ ہی جولیاٹ اپنی جگہ سے جست لگائی اور اسے اوپر ہی اوپر

روک لیا۔ رپچھ غرتا ہوا اس کی طرف بڑھا لیکن اتنی دیر میں جو لیا پوزیشن لے چکی تھی۔

”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!“ وہ سانپ کی طرح پھٹک کاری۔ جو جہاں تھا وہیں رک گیا۔

پادری نے آگے بڑھ کر رپچھ کے ہول ستر سے بھی روی الور نکال لیا۔ اور جو لیا کے قریب کھڑا

ہو کر بولا۔

”اب بتاؤ شریف آدمیو...! تم کیا کہنا چاہتے ہو....!“

” قادر زو کوہا...! ہمارا آپ سے کوئی جھگڑا نہیں۔ آپ عمران کو ہمارے حوالے کر دیجئے۔“ رپچھ بولا۔

”وہ میرے شاگرد پرنس غفتگو کا دوست ہے....!“

”کچھ بھی ہو.... آپ سمیت یہاں کا ایک ایک غفتگو موت کے گھاث اتنا دیا جائے گا...“

”اگر آج عمران ہمارے ہاتھ نہ لگا... تم کیا سمجھتے ہو یہاں ہم صرف وہی تو نہیں ہیں۔!“

”تو پھر....!“ پادری کے لجھ میں حیرت تھی۔

”آٹھ خون خوار آدمی پوری عمارت کو تم نہیں کر کے رکھ دیں گے... اگر عمران ہاتھ ورثا... اور یہ دروازہ جو خود بخوبی بند ہو گیا ہے دو ٹکڑوں میں ریزہ ریزہ ہو جائے گا!“

”وہ آٹھ آدمی کہاں ہیں....!“

”میں نہیں جانتا....!“

”لیکن عمران تو یہاں نہیں ہے....!“

”پھر کہاں ہے....!“

”میں نہیں جانتا....!“

”کچھ ہی دیر پہلے وہ اوپر کی منزل میں دیکھا گیا تھا....!“

”اچھا تو پھر تمہارے آدمی اسے جلاش ہی کر لیں گے....!“ پادری نے لاپرواں سے کہا اور ہولیا سے بولا۔ ”تم ان دونوں کو کوئی رکھو.... کم از کم میں ان کے ہاتھ تو باندھ ہی دوں۔!“

”تم ایسا نہیں کر سکو گے....!“ غیر ملکی غریبا۔

”تم اپنی زبان بند رکھو مسٹر نور الدینوف....!“

”میا....!“ غیر ملکی اچھل پڑا۔

”تمہارا تعلق براؤ راست سفارت خانے سے نہیں ہے.... اگر میں تمہیں قتل بھی کر دوں۔“

”تمہارا ملک دعویدار نہیں ہو سکے گا!“

”کیا کبواس ہے....! بھی تم نے کیا نام لایا تھا....!“

”نور الدینوف....!“

”کبواس ہے.... میرا نام برٹ لائگی ہے....!“

”میں اسے کبواس نہیں سمجھتا.... تم نے طریقوں سے ہمارے ملک میں نظریاتی جنگیں

بڑا کرتے رہے ہو.... اور ایک مخصوص نظریے کا پر چار کرتے رہے ہو.... تمہارا پاپ سپورٹ جعلی ہے.... ہر چند کہ تم بیلوں سے ہمیشہ الگ تھلگ رہے لیکن اس پورے آر گناہزیشن کو تم

لی چلا رہے ہو۔!“

” قادر زو کوہا.... تم کسی غلط فہمی کا شکار ہوئے ہو....!“ رفتگ غیر ملکی کا لہجہ نرم پڑا۔

”ممکن ہے مجھے غلط فہمی ہوئی ہوئی... لیکن میں تم لوگوں کو پولیس کے حوالے ضرور کروں گا۔“
اس بات پر ریچہ بنس پڑا... اور جولیا نے اسے لکارا ”خبردار ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو...
درستہ فائز کر دوں گی!“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے... ابھی معلوم ہو جائے گا... ہمارے آٹھ خون خوار آدمی!“
”بس، بس...! ان احمحوں کو ذکر نہ کرو...!“ پادری ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”مجھے معلوم ہے کہ
وہ کتنے جیالے ہیں... تھام عران پر توہا تھہ ڈال نہیں سکتے تھے!“

”تم کیا جانو...؟“ ریچہ نے بوکھا کر پوچھا۔

”مجھے عران ہی سے معلوم ہوا تھا کہ بیالیوں میں کیا ہوتا ہے... اور اس آرگنائزیشن کے
سربراہ کا کیا نام ہے...؟“

”دیکھا آپ نے دیکھا جناب...!“ ریچہ نے رابرٹ لاسکی کو مخاطب کیا۔

”تم خاموش رہو...!“ وہ طلق پھاڑ کر دھڑا... پھر قادر زد کوہا سے لجاجت آمیز لجھے میں کہا
وہ بیلک مدلہ ہے قادر...!“

”اب تم بھی مجھے قادر کہہ رہے ہو...! کس درستے سے جب کہ خدا کے وجود کے مذکور ہوا۔“

”آدمی کی ایک قابل قدر شخصیت بھی تو ہوتی ہے...! میں بھتیرے بوڑھے آدمیوں کو باپ
کہہ کر مخاطب کرتا ہوں...!“

”خدا کے وجود کا مذکور ہوتا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ تمہیں ہر کس وناکس پر اپنے باپ
ہونے کا شہر ہوتا ہو گا!“

”بکواس بند کرو...!“ وہ پیر ٹھکر دھڑا۔

”جب خدا ہی نہیں تو باپ کی کیا ضرورت ہے...!“
نیچہ کی پیداوار ہونا کافی ہے... اس پیداوار پر کسی ایک کالیبل لگانا حماقت ہی تو ہے... بلکہ بہتر
تو یہ ہو گا کہ سوسائٹی کی اولاد کھلاواد... اس میں کوئی انفرادیت گھسیرنے کی کوشش کرتے ہو۔“

”خاموش رہو...! خبیث درستہ کچل کر رکھوں گا!“

”پہلے تم دونوں یہ بتاؤ...! کہ نواب شمسو کا محل تم نے کیوں جاہ کر دیا۔!“

”مم... میرا محل... انہوں نے تباہ کیا ہے...!“ نواب شمسو کی آنکھیں حیرت سے

تھیں۔

”یقیناً نواب صاحب... کیا آپ انہیں پہچانتے ہیں...!“

”نہیں میں نے انہیں پہلی بار دیکھا ہے...!“

”خیر... تو یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کا محل ڈائیماٹس سے اڑا دیا...!“

”کیوں... آخر کیوں...؟“

”کیونکہ آپ کو خدا کا مقرب ہنانے میں انہی لوگوں کا ہاتھ ہے!“

”میا مطلب...؟“

”عمران بتائے گا آپ کو...!“

”اوہ... یہ آٹھوں کہاں مر گئے...!“ نور الدینوف پیر ٹھکر بولا۔

”انہوں نے تو ٹپھوڑ چاہی ہو گی... جناب عالی...!“

”تم بالکل گدھے ہو... خاموش رہو...!“ اور پھر نور الدینوف نے اس کی پردائے بغیر

پھر پر چھلانگ لگادی کہ جولیا کے ہاتھ میں ریو الور ہے۔

”فائزہ کرنا...!“ پادری نے جولیا کو وارنگ دی... نور الدینوف کسی وحشی درجنے کی

طرح اس پر ٹوٹ پڑا۔

کن سفید بوڑھے نے اپنے دفاع میں جو کچھ کیا تھا اس نے نور الدینوف کے چکے چڑادیے۔

نواب شمسو اور باولی دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

”تم اپنی جگہ سے جبکش بھی نہ کرنا...!“ جولیا نے ریو الور والے ہاتھ کو جھنکا دے کر ریچہ

کا لامکی دی۔

”جاو...! عورت سمجھ کر...!“ وہ جملہ پورا کے بغیر خاموش ہو گیا کیونکہ پادری نے اچانک

الدینوف کو پشت پر لاد کر فرش پر ٹھکر دیا تھا اور خود کسی قدر پیچھے ہٹ کر اس کے دوبارہ اٹھنے کا

متقلدار کر رہا تھا۔

وہ اٹھا تو تھا لیکن اپنی جگہ پر کھڑا پادری کو حیرت سے دیکھتا رہا۔

”کیا خیال ہے...؟“ پادری بسکرایا۔

”تمہاری کیا عمر ہو گی ہوں قادر!“ اس نے خلاف تو قیچ بڑے عقیدت مندانہ لجھے میں پوچھا۔

”چھتر سال...!“

”یقین نہیں آتا...!“

”محظے بھی یقین نہیں آتا...!“ ریچہ نے ہاتک لگائی۔

”آخریہ کیا قصہ ہے تم لوگ مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو...!“ نواب شمسونے جھنگلاہد کاظم اپرہ کیا۔

”ای شخص کی وساطت سے خدا نے آپ کو ایک خاص مشن پر دنیا میں بھیجا تھا۔“ پادری نے الدینوف کی طرف اشارہ کر کے طنزیہ لجھ میں کہا۔

”آپ میرے میزبان ہیں... لہذا مجھے گستاخی کا موقع نہ دیجئے گا۔“ نواب شمسونے غاری۔

”تمہوزا صبر کیجئے... ابھی سب کچھ معلوم ہو جائے گا... ہاں تو مشریع نور الدینوف... تم مشریق یورپ کے ایک خوفناک ترین آدمی ہو۔!“

”تم کیوں اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو پادری...! اگر میرے متعلق کچھ جانتے بھی ہو تو زبان بند رکھو...!“

”میں تمہیں جان سے بار دوں گا پادری...! ریچہ بھی بول پڑا۔“

”لڑکوں...!“ پادری نے جیب سے روپا اور نکالتے ہوئے کہا۔ ”اس نامقوں آدمی کی ڈاڑھی نوچ ڈالو...!“

”خبردار... خبردار!“ ریچہ نے لکارا... اور پادری نے اس کے سر کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ ”اگر تم نے لاکیوں کے خلاف مراحت کی تو کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔“

روپا اور کارخ اس کی طرف مرتے ہی نور الدینوف نے پھر پادری پر چھلانگ لگائی... لیکن اس بار ایک فیصد بھی کامیابی نہ ہو سکی کیونکہ پادری کی محو کر اس کے چہرے پر پڑی تھی اور وہ دونوں ہاتھوں سے منہ دبائے دھم سے فرش پر اونڈھا گرا تھا۔ پادری نے بڑی پھرتی سے روپا اور جیب میں ڈالا اور ریچہ کو سر سے اوپھاٹا کر الدینوف پر عجیب دیا۔

”ارے مقدس آدمی تم تو رسم پر بھی سبقت لے گے...!“ نواب شمسو کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

الدینوف ریچہ کو گالیاں دیتا ہوا اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور ریچہ بالکل پاگلوں کے ت

پاگلوں کی انجمن

اوڑا میں غل مچاتا ہوا پادری کی طرف پکا... پادری نے جھکائی دے کر دوبارہ اس کی کمر تھائی اور اٹا کر الدینوف پر چینک ماز۔

”مکینہ ذیل... بزول...!“ الدینوف کی دہائی سے دیواریں جھینجھنا شہیں... لیکن شناطپ پادری سے نہیں بلکہ ریچہ سے تھا۔ ساتھ ہی وہ اس کی گردن بھی دبائے جا رہا تھا... ریچہ کی آنکھیں نکلی پڑ رہی تھیں... لیکن قبل اس کے کہ پادری دخل اندر ای کرتا اس نے کیتے ہا تھوں کو جھنکا دے کر ریچہ کو ایک طرف اچھال دیا۔

”ارے...! مارڈا لاسے...!“ نواب شمسو بوكلا کر ریچہ کی لاش کی طرف جھیٹ۔

نور الدینوف نے اس کے بعد اٹھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اٹھ نہیں سکتا تھا کیونکہ پادری کی محو کر پھر اس کے سر پر پڑی تھی۔ اس بار وہ قلابازی کھا کر چلت گا اور پھر اٹھنے کی کوشش نہ کی۔ ”چلو...!“ پادری نے ریچہ کی لاش کی طرف اشارہ کر کے جو لیا ہے کہا۔ ”اب اس کا چہرہ

ٹھاف کر دو...!“

جو لیا نے اس کی گھنی ڈاڑھی اور موچھوں کو اکھاڑنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔

”پلاسک میک اپ ہے...!“ پادری بولا۔ ”سر کے پیچے گردن کے جھوٹیں دیکھو...!“

اور پھر انہوں نے اس کے چہرے سے ایک خوب ساتر تادیکھا۔

”ارے...! دفعتا باولی چینی...! یہ تو بخطی ہے...!“

”اوہ...!“ پادری کے لجھ میں حیرت تھی۔ ”یہ تو کچھ دیر پہلے یہاں آیا تھا...!“

نواب شمسودم بخود کھڑے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انہیں سکتہ ہو گیا ہو۔!

نور الدینوف.... چت پڑا گھری گھری سانسیں لے رہا تھا، لیکن اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور پادری کو نفرت سے گھوڑے جا رہا تھا۔

”کہنے نواب صاحب...!“ پادری پس کر بولا۔ ”آپ کیا سوچ رہے ہیں...!“

”میں بہت زیادہ کفیوز ہو گیا ہوں میرے بھائی...!“ نواب شمسو نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”کچھ کچھ میں نہیں آتا...! میں اس کو اتنا کہیں تو ز تو نہیں سمجھتا تھا...! اگر عمر ان بنے اس کی تو بیان کی تھی تو اس کو اس حد تک نہ جانا چاہئے تھا...!“

”آپ کس خواب کی دنیا کی باقلی کر رہے ہیں نواب صاحب! اذ را یہ تو بتائیے کہ اس سے

آپ کے کس قسم کے تعلقات تھے۔“

”یہ حقیقتاً میرا بختار عام تھا... میری عدم موجودگی میں میری جائیداد کی دلیکھ بھال کر رہا تھا... دو سال پہلے جب میں یورپ میں تھا تو ”الٹس“ اسی کی نگرانی میں تغیر ہوا تھا...“

”مگر...! پادری چلکی بجا کر بولا۔“ یہ مجرم بھی حل ہو گیا!“

”کیا معمر...!“

”بیکی کہ خدا کی آواز کس طرح آپ تک پہنچتی تھی... اس نے عمارت میں جگہ جگہ ظی وی کیسرے اور لاڈا سیکر اس طرح نسب کرائے تھے کہ انہیں آسانی سے دریافت نہ کیا جاسکے۔ اس طرح منتهی تھے آپ خدا کی آواز... پھر جب ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب یہ راز کھل جائے گا تو انہوں نے پوری عمارت کو ڈانما میٹ سے اڑا دیا...!“

”خداوند... خداوند... کیسے یقین کروں...!“

”کرنا چاہئے... آپ قمری عهد کے مہدی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے، اتنا بھی نہ کبھی بے لہذا اب سمجھتے کہ اپنی خواب گاہ سے ہٹ جانے کے بعد سے اب تک آپ عالم بالا کا کوئی پیغام دھول نہ کر سکے!“

نواب ہشودنوں ہاتھوں سے منہ چھپائے ہوئے فرش پر دو زانو بیٹھ گئے... اور نور الدینوف نے پھر اٹھنے کی کوشش کی... لیکن نہ اٹھ سکا... اتنے میں پادری نے جو لیا سے کہا کہ وہ نور الدینوف کے ہاتھ پیر باندھ دے!“

نور الدینوف نے اس کے خلاف جدو جد کرنی چاہیا لیکن پادری نے آگے بڑھ کر اسے دیوچ لیا... اور جو لیا نے پلک جھکتے اس کے ہاتھ پیر باندھ دیے۔

اب پادری نے پھر نواب ہشود کو مخاطب کیا... ”واب صاحب بعض اوقات جدت پسندی آدمی کو غیر محسوس طور پر کسی دوسرے کا آلہ کار بنا دیتا ہے... آپ کی نیت تھی۔ آپ علان بالش کے اصول کے مطابق بگڑے ہوئے ذہنوں کو رہا راست پر لانا چاہتے تھے لیکن خود آپ بہک گئے... خلال دور کے آلات نے آپ کو ”مہدی“ بناؤ کر کھو دیا اور بات آپ کے پلے نہ پڑی!“

”آخر انہوں نے ایسا کیوں کیا...؟ مجھے مقدمہ بتاؤ!“ باولی بولی۔

”نور الدینوف اور اس کی پارٹی کے لوگ نواب ہشود کے سنبھالے ہوئے ذہنوں کو اپنے کام

لے لائے تھے....! میں کتنی ایسے نوجوانوں سے مل چکا ہوں جنہوں نے نواب ہشود کے ہاتھوں اچھا بیکے بعد نور الدینوف کی پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔“

”یہ نا ممکن ہے...!“ نواب ہشود ہاڑ کر کھڑے ہو گئے۔

”ایسے نوجوانوں کے لئے جو آپ کے ذریعہ تائب ہوئے تھے خدا کا کیا پیغام آتا تھا...؟“

”بیکی کہ ان سے کہو کہ یہ زمین خدا کی ہے اور اس پر سب کا یکساں حق ہے جاؤ اور اس مقصد کے لئے کام کرو...!“

”بس اتنا کافی ہے... پیغام میں یہ حکم تو شامل نہیں تھا کہ جاؤ زمین پر اس طرح قبضہ کرو میں طرح میں نے کہا ہے۔“

”نہیں یہ حکم تو نہیں ہوتا تھا...!“

”بس پھر آپ خود ہی سمجھ جائیے...!“ پادری نے کہا اور نواب ہشود پہنچنے لگے۔

”اب اگر آپ سمجھ سے ملتا چاہیں تو میں حاضر ہوں...!“ پادری نے اوپنی آواز میں کہا اور لیکن خول اپنے چہرے سے بھی اتار دیا۔

”غمراں...!“ باولی چینی.... اور نور الدینوف آنکھیں پھار پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

”تم لوگ ہمیں الحق سمجھتے ہو...!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”پڑھ نہیں یہ کوئی بھول جاتے ہو کہ ہم بھی اسی قمری دور میں سانس نہ لے رہے ہیں... توہات کی دنیا سے لفڑی چکے ہیں... تالاب میں آگ لگا کر تم نے اپنی لیلیا بیوی!“

میں نے پڑھ دل کے دو تین بڑے بڑے ذرم تالاب میں دریافت کر لئے تھے جن کے ڈھنکے کی ہجھسوں میکائی گل کی بنیا پر ایک خاص وقت پر پانی کے اندر کھل گئے تھے اور سارا پڑھول سطح آپ پر لہر لیا تھا... اور خدا کے بتائے ہوئے وقت پر نواب ہشود کی امت نے پانی میں آگ لگادی!“

”یہ اسی حق کی تجویز تھی...!“ الدینوف نے کرہ کر خبیثی کی لاش کی طرف دیکھتے ہوئے لیکن ”اگر میں مر نہ گیا تو تمہیں فنا کئے بغیر نہ چوڑوں گا!“

”کوشش کرو زندہ رہنے کی... دوسرا حاقت تم سے یہ سرزد ہوئی کہ کھل کر سامنے لکھ... استاد کو پکڑو لیا... مجھے جکڑنے کی کوشش کی... غالباً یہ بھی خبیثی ہی کے مینڈک کے سے دماغ کی پیداوار تھی۔ اگر یہ نہ ہوتا تو میں بنیادی طور پر نواب ہشود کو مجرم سمجھتا تھا!“

”ہاں یہ بھی اسی سور کے پچے نے کیا تھا... خود سر ہو گیا تھا!“ نور الدینوف چیخا۔ ”اچھا ہوا کہ میرے ہی ہاتھ سے مارا گیا!“

”اور اب میں تم سمیت تمہاری پارٹی کا بہ آسانی صفائی کر دوں گا!“ عمران نے ہنس کر کہا۔
”میرے بیٹھے... میرے بیٹھے... میرے عمران...!“ کہتے ہوئے نواب شمسو عمران کی طرف چھپئے اور اس سے بغل گیر ہو گئے۔

”ہاؤ سو بیٹھ ہاؤ ونڈر فل...!“ کہتے ہوئے باولی نے بھی اس طرح عمران کی طرف چھپئا۔
چاہا لیکن جو لیا اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی...!“ تم کہاں چلیں...؟“
”مم... میں... اس کی پیشانی کو بوس دوں گی...!“

”سر کے میں ٹکڑے کر دوں گی... چل ہٹ ادھر...!“ جو لیا نے اسے دوسری طرف جھٹک دیا۔

عمران کھسپانی بھی ہستا ہوا باولی سے بولا۔ ”تم کچھ خیال نہ کرنا... یہ میری خالہ ہیں!“
استنے میں وہ دروازہ کھلا جو خود بخوبی ہو گیا تھا اور صدر کمرے میں داخل ہوا۔
”آٹھوں کا کیا بنا...!“ عمران نے اس سے پوچھا۔

”اوپر بندھے پڑے ہیں...!“

”اسے بھی اٹھاؤ...!“ عمران نے نور الدینوف کی طرف اشارہ کر کے کہا اور خود نور الدینوف سے بولا۔ ”عرضہ سے ملکہ سراج رسانی کی تم پر نظر تھی... یہ تو محض اتفاق تھا کہ تم نواب شمسو کے سلسلے میں ہاتھ آگئے... اگر پچھے تو پھر ملاقات ہو گی... اور میں اپنے فنا ہونے کا انتظار کرتا رہوں گا!“
پھر سناٹا چھا گیا۔

کچھ دیر بعد باولی نے روہائی آواز میں عمران سے پوچھا۔ ”میں تم سے کہاں مل سکوں گی...!“
عمران نے جو لیا کی طرف دیکھ کر شہنشہ دی سانس لی اور بولا۔ ”خالہ میرے ساتھ ہی رہتی ہیں...!“

﴿ختم شد﴾